

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ومن الليل فتهجد به نافلة لك عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا

ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشرة ركعة

صحیح بخاری صہ ۱۵۱ جلد (۱)

یعنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں تراویح مع تہجد کے گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ادا کی

اظہار الحق الصریح فی مسئلۃ التراویح

مصنفہ حضرت شیخ الاسلام فاضل الاجل محدث مولانا مولوی عبد الجلیل صاحب سامرودی امیر جماعت غرباء اہلحدیث ہند

ناشر مرکزی شعبۂ تبلیغ جماعت غرباء اہلحدیث ہند رجسٹرڈ دہلی

ملنے کا پتہ

مرکزی دفتر جمعیت تبلیغ غرباء اہلحدیث ہند رجسٹرڈ صدر بازار دہلی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الذی ھدانا وما کنا لنھتدی لولا ان رائینا براھین ربنا والصلوٰۃ والسلام علٰی مولٰینا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ وسلّم اجمعین۔

اما بعد۔ میرے معزز و محترم منصف مزاج ناظرین پر واضح ہو کہ ان دنوں ایک رسالہ مسماۃ الوای الصحیح فی مسئلۃ التراویح جسے کسی بریلوی حنفی کے سربر آوردہ مولٰینا حکیم شاہ محمد امیر حمزہ نقشبندی مجددی بنارسی نے تالیف کیا ہے انجمن اہلحدیث علوی پورہ بنارس کے معزز اراکین نے ریویوز کی غرض سے بھیجا کہ آیا واقعی یہ رسالہ اسم بامسمیٰ ہے یا نہیں۔ نیز ہمارے محترم برادر مولانا ابومسعود قمر بنارسی سلمہ ربہ نے بھی اس پر تحقیقی مضامین لکھنے کا مشورہ دیا۔ یہ ناچیز عدیم الفرصت ضرور ہے تاہم احقاق حق و ابطال باطل فرض ہے اور یہ علم علماء کی گردن پر امانت ہے جس کا ادا کرنا ضروری اور اس پرفتن زمانہ میں اظہار ما ہو الحق لازم لہٰذا اس ریویوز کا نام اظہار الحق الصریح فی مسئلۃ التراویح رکھا اسمیں، شک نہیں کہ مسئلہ تراویح کے متعلق صحیح و صریح اور امر حق حقیق میں ائمہ محققین موحدین اہلحدیث کی طرف سے بارہا رسائل تالیف و تصنیف ہو چکے ہیں جن کے ہوتے ہوئے جدید تالیف کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ گوشت پر مکھیاں تو اڑا ہی کرتی ہیں اور رہیگی انسان کہاں تک ہاتھوں کو ہلاتا رہیگا اگر کوئی نئی چیز ہوتی تو بات ہی اور ہوتی۔ ہمارے مولٰینا نقشبندی نے کوئی اپنے رسالہ میں نئی بات نہیں تحریر کی۔ انہی پرانی باتوں پر آنسو بہائے ہیں۔ وہی پرانا رونا رویا ہے آپنے اپنے رسالہ کا نام الوای الصحیح فی مسئلۃ التراویح رکھا ہے اور اس میں ایڑی سے چوٹی تک کی کوشش کرلی بیس رکعت تراویح کے اثبات میں مگر آپ اپنے مذہب حنفی سے بھی تو نفس مسئلہ کے ثابت

کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ بقول آپ کے ص۱۹ میں جنکی ذات گرامی سبب بنی ہے ہندوستان میں علم حدیث لانیکی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی،، آپ مولانا موصوف جنکی ذات گرامی ہندوستان میں علم حدیث لانیکی سبب بنی ہے ان کی بنظر انصاف سنئے۔ وہ کیا ارشاد فرماتے ہیں اور پھر داد انصاف دیں اور خدا لگتی کہیں آپ فرماتے ہیں اپنی کتاب فتح سر المنان فی تائید مذہب النعمان قلمی ص۳۲۷ میں آب زر سے لکھنے کے قابل صحیح بات اس تراویح کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ ولم یثبت روایة عشرین منه صلی اللہ علیه وسلم کما هو المتعارف الآن الا فی روایة ابن ابی شیبة من حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وذکر الحدیث وقال وقالوا اسناده ضعیف وقد عارضه حدیث عائشة وهو حدیث صحیح وکانت اعلم بحال النبی صلی اللہ علیه وسلم وکان الامر فی زمنه صلی اللہ علیه وسلم علی ذلك بامره۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت تراویح کی جسطرح آپ لوگوں میں مشہور اور معمول ہے ثابت نہیں۔ ائمہ محدثین نے فرمایا اس کی سند بحیر لوچ ہے۔ تاہم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے معارض ہے۔ اور وہ صحیح ہے بی بی عائشہ رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے بخوبی واقفیت رکھتی تھیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت میں آپ کے ارشاد گرامی سے اسی پر عمل رہا۔ مولانا موصوف اپنی کتاب ماثبت بالسنہ ص۸۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ لکن المحدثین قالوا ان هذا الحدیث ضعیف والصحیح مارویته عائشة رض انه صلی احدی عشر رکعة کما هو عادته فی قیام اللیل یعنی محدثوں نے فرمایا یہ بیس رکعت کی حدیث ضعیف ہے صحیح تو وہی ہے جسے بی بی عائشہ صدیقہ رض نے روایت کیا ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعتیں ہی پڑھیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد میں عادت تھی علامہ مجتہد العصر فقیہ الدہر مجدد مذہب الامام ابی حنیفہ رح الکمال ابن الہمام فتح القدیر ص۲۰۵ ج۱ میں تحریر فرماتے ہیں، واما ماروی ابن ابی شیبة فی مصنفه والطبرانی عنه والبیهقی من حدیث ابن عباس انه علیه السلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر فضعیف بابی شیبة ابراهیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبه متفق علی ضعفه مع مخالفته الصحیح الخ یعنی وہ حدیث کہ جسے ابن ابی شیبہ نے اپنی نامی کتاب مصنف میں اور ان سے طبرانی نے اور امام بیہقی

نے حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاوہ وتر بیس رکعتیں پڑھیں سو ضعیف ہے امام ابن ابی شیبہ کے دادا صاحب ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ان کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق ہے علاوہ ازیں یہ صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے الخ علامہ زیلعی حنفی نصب الرایہ مطبوعہ ہند ص۲۹۳ ج ا میں بعد بیان تضعیف حدیث ابن عباس فرماتے ہیں، ثم انہ مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ سال عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان قالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ الخ یعنی ابن عباس رض کی حدیث باوجود ضعیف ہونے کے صحیح حدیث کے مخالف ہے جو کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ انھوں نے بی بی عائشہ رض سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کسطرح ہوتی تھی ان کے جواب میں بی بی عائشہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں اور علاوہ رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے مولانا کے ہم مشرب علامہ ابو الطیب محمد بن عبد القادر سندھی ثم المدنی الحنفی النقشبندی اپنی ترمذی کی شرح ص۲۳ ج ا میں لکھتے ہیں۔ وما روی عن ابن عباس رضہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر رواہ ابن ابی شیبہ واسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ رضہ ھذا وھو فی الصحیحین فلا تقوم بہ الحجۃ یعنی حضرت ابن عباس رضہ سے ابن ابی شیبہ میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے اسکی سند ضعیف ہے۔ حدیث عائشہ رضہ جو کہ صحیحین میں بھی ہے۔ اس کی معارض ہے یہی ایک وجہ ہے کہ حضرات علمائے معتمدین حنفیہ صاف گوئی وانصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو طحطاوی حاشیہ درمختار ص۲۱۶ ج مطبوعہ مصر وشرح کنز علامہ ابو السعود مطبوعہ مصر ص۲۶۵ حموی شرح اشباہ والنظائر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصلہا عشرین بل ثمانیا ولم یواظب علی ذلک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف آٹھ ہی تراویح پڑھی ہیں بیس نہیں ان پر بھی مواظبت نہیں فرمائی، ہمارے دیوبندی حضرات بھی اپنے علماء کی تصانیف ملاحظہ فرمائیں۔ مولینا زکریا کاندھلوی اوجز المسالک شرح موطا امام مالک جلد اول ص۳۹۷ میں لکھتے ہیں لا شک ان تحدید التراویح فی عشرین رکعۃ

لم یثبت مرفوعا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطریق صحیح علی طریق المحدثین یعنی بیس
رکعت تراویح کی تحدید و تعیین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع طور پر محدثین کے طریقہ پر ثابت
نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں مولانا انور شاہ کشمیری رح فیض الباری ص۴۲۰ ج۲ میں لکھتے ہیں ثمان
التراویح لم یثبت ازید من ثلث عشرۃ رکعۃ الا من طریق ضعیف یعنی تراویح تیرہ
سے زائد مرفوعاً ثابت نہیں البتہ ایک ضعیف طریقہ سے ضرور ہے عرف الشذی
ص۳۰۲ میں لکھتے ہیں و اما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات و اما عشرون
رکعۃ فھو عنہ صلی اللہ علیہ وسلم بسند ضعیف و علی ضعفہ اتفاق یعنی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح سو آپ سے تو صرف آٹھ صحیح ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیس تو وہ ایک ضعیف سند میں آیا ہے اور وہ بھی اس کے ضعیف پر اجماع و اتفاق
ہے ہمارے مولانا نقشبندی اسی حدیث ابن عباس کے بیس کا ضعف بلکہ مخالف ہونا
صحیح حدیث بی بی عائشہ رض کے ظاہر ہے جو بیس کے نام لکھ کر بڑے ناز سے فرماتے ہیں
فخریہ طور پر کہ اس حدیث پر غور کیجئے شیخ عبد الحق نے اسے روایت کیا ہے۔ مگر مولینا
اپنے مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی کہ جن کی ذات گرامی احادیث نبویہ کے ہندوستان
میں لانیکی سبب بنی ہے وہ تو ہندوستان میں حدیث لا کر بتا گئے کہ بیس تراویح کی روایت
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ضعیف بھی ایسی کہ اس کی بی بی عائشہ صدیقہ
کی حدیث معارض ہے اور وہ اصح ہے آپ فرماتے ہیں کہ بی بی عائشہ صدیقہ رض آپکے
حال سے بخوبی واقفیت رکھتی تھیں آپ کے زمانہ باسعادت میں اسی گیارہ ہی پر
عمل در آمد رہا تھا آپ کے ارشاد گرامی کی بنا پر۔ پھر یہ مولانا عبد الحق رح ہی اس کہنے میں
منفرد نہیں بلکہ بیس کی روایت کو صحیح حدیث کے مخالف بتانے والی ہستیاں اور بھی
ہیں چنانچہ امام زیلعی صاحب تخریج ہدایہ اور علامہ مجتہد العصر ابن الہمام اور
سیوطی اور زرقانی اور علامہ ابو الطیب سندھی شارح ترمذی کیا انصاف کو اب
بھی جگہ نہیں ملیگی علامہ حموی نے اشباہ والنظائر کی شرح میں صاف تحریر فرمایا ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھی تھی آپ نے تو صرف
آٹھ ہی رکعت پڑھی تھیں طحطاوی اور شرح کنز علامہ ابو السعود میں بھی یہی ہے
بیان کیا ہے ہمارے مولانا نقشبندی صاحب نے ایک نئی بات پیدا کی جو

تمام محققین حنفیہ اور اہلحدیث کے خلاف ہے آپ صفحہ ۷ا میں تحریر فرماتے ہیں ،، بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے ان کا یہ کہنا محدثین کے اصول حدیث کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے بلکہ حسن ہے کیونکہ جو ضعیف حدیث چند طرق سے روایت ہو پھر وہ ضعیف حدیث نہیں رہجاتی بلکہ حدیث حسن ہو جاتی ہے ،، معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نقشبندی صاحب کو اصول حدیث سے واقفیت ہی نہیں۔ انھیں تو لائق تھا کہ اولا اس ذات والاصفات کی کتاب کہ جسکی ذات ہند میں احادیث نبویہ کے آنیکی سبب واقع ہوئی ہے مقدمہ مشکوٰۃ ص۶ میں ملاحظہ فرمالیتے وہ فرماتے ہیں ان کان الضعف من جہۃ سوء حفظ او اختلاط او تدلیس مع وجود الصدق و الدیانۃ ینجبر بتعدد الطرق و ان کان من جہۃ اتہام الکذب او الشذوذ او فحش الخطا لا ینجبر بتعدد الطرق و الحدیث محکوم علیہ بالضعف۔ یعنی اگر ضعف حدیث کے راوی میں ضعف سوء حفظ یا اختلاط یا تدلیس کی بنا پر ہو مگر اس میں صدق۔ دیانت موجود ہے تو ایسے راویوں کی روایت متعدد طرق کی بنا پر منجبر ہوتی ہے حسن تک پرواز کر جاتی ہے اور اگر ضعف اس کے راوی میں اتہام کذب یا شذوذ یا فحش خطا کی وجہ سے ہے تو وہ حدیث کثرت طرق سے اوپر کے درجہ تک منجبر ہو کر نہیں ترقی کر سکتی ہے حدیث ہر حال میں ضعیف ہی کہلائیگی اب اس کے راوی کا حال ملاحظہ ہو ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ کوفی قاضی شہر واسط ہیں کذبہ شعبۃ ابن معین نے کہا لیس بثقۃ امام احمد بن حنبل نے کہا ضعیف امام نسائی نے کہا متروک الحدیث ملاحظہ ہو میزان الاعتدال۔ میزان میں بیس رکعت والی ان کی حدیث کو اس کی منکر حدیثوں میں شمار کیا ہے امام مزی تہذیب میں فرماتے ہیں۔ لہ مناکیر و قد ضعفہ احمد و ابن معین و البخاری و النسائی و ابو حاتم الرازی و ابن عدی و ابو داؤد و الترمذی و الاحوص بن المفضل الغلابی و قال الترمذی فیہ منکر الحدیث و قال الجوزجانی ساقط علامہ ابن الھمام فتح القدیر ص۲۰۵ میں لکھتے ہیں متفق علی ضعفہ مع مخالفتہ للصحیح یہ راوی بالاتفاق

ضعیف ہے اور صحیح کے خلاف بھی ہے امام زیلعی نصب الرایہ ص۲۹۳ ج۱ میں لکھتے ہیں متفق علی ضعفہ ولینہ ابن عدی فی الکامل ثم انہ مخالف للحدیث الصحیح اس کے ضعف پر اتفاق ہے ابن عدی نے بھی اسے ضعیف کہا علاوہ ازیں اس کی حدیث صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے علامہ عینی شرح صحیح بخاری ص۲۵۸ ج۲ میں لکھتے ہیں کذبہ شعبۃ وضعفہ احمد و ابن معین و البخاری و النسائی وغیرہم و اورد لہ ابن عدی ھذا الحدیث فی الکامل من مناکیرہ شعبہ نے کاذب کہا امام احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ابن عدی نے کامل میں بیس رکعت تراویح والی اس کی حدیث کو مناکیر حدیثوں میں شمار کیا ہے" اب سنیئے مولانا نقشبندی صاحب آپ کے امام سیوطی صاحب کیا تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ ہو ان کا رسالہ المصابیح فی صلوۃ التراویح و من اتفق ھؤلاء الائمۃ علی تضعیفہ لا یحل الاحتجاج بحدیثہ یعنی جس راوی کے ضعف پر ان اماموں کا اتفاق ہو تو پھر اس حدیث سے دلیل پکڑنا جائز ہی نہیں پھر فرماتے ہیں و من یکذبہ مثل شعبۃ فلا یلتفت الی حدیثہ یعنی جس راوی کو شعبہ جلیسی ہستی کاذب کہے تو پھر اس کی حدیث کی طرف تو التفات ہی نہیں کیا جا سکتا امام ذہبی و امام مزی سے اسپر جرح نقل کر کے لکھتے ہیں و لم ینقلا عن احد انہ وثقہ ولا بادنی مراتب التعدیل ان دونوں اماموں نے کسی ایک ہستی سے بھی اس کی توثیق بیان نہیں کی اور نہ وہ کلام بیان کیا جو تعدیل میں اقل مرتبہ رکھتا ہو لکھتے ہیں اس کی روایت رد کیلئے یہی کافی ہے مولینا نقشبندی صاحب آپ کے مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی اپنی تعلیق الممجد ص۱۱۱ میں لکھتے ہیں۔

قال جماعۃ من العلماء منہم الزیلعی و ابن الھمام و السیوطی و الزرقانی ان ھذا الحدیث مع ضعفہ معارض لحدیث عائشۃ الصحیح فی عدم الزیادۃ علی احدی عشر رکعۃ فیقبل الصحیح ویطرح غیرہ و قال لا شک فی صحۃ حدیث عائشہ و ضعف حدیث ابن عباس یعنی علماء کی ایک جماعت نے کہا چنانچہ ان میں سے زیلعی اور ابن ہمام اور سیوطی اور زرقانی بھی ہیں کہ یہ بیس رکعت تراویح کی حدیث باوجود ضعیف ہونے کے عائشہؓ کی صحیح حدیث کے

معارض بھی ہے گیارہ سے زیادہ نہ ہونے میں سو صحیح کو قبول کیا جائے اور اس کے علاوہ ضعیف کو پھینک دیا جاوے لکھتے ہیں عائشہ کی حدیث کے صحیح ہونے اور ابن عباس والی روایت کے ضعف ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہو لا یہ لوگ غیر مقلد اہل حدیث تو نہیں کہلاتے آخر یہ آپ ہی کے گھرانے والے تو ہیں اور وہ بھی مستند ہستیاں مانی ہوئی اب خدا لگتی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر فرمائیے کہ یہ حدیث کیا واقعی ضعیف ہے یا حسن کے درجہ تک پہونچ جاتی ہے تعجب تو اس امر کا ہے کہ ایسے مقلد وہ بھی بہت بڑے بڑے مستند ہستی امام بیہقی کی غلطی نکالے صرف ان ہی کی نہیں بلکہ اپنے مذہب کی مایہ ناز ہستیوں کی بھی جیسے امام کمال الدین ابن الہمام علامہ زیلعی و فاضل عینی خصوصاً مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ کی ان مستند ہستیوں نے بی بی عائشہ رض کی اس حدیث سے تراویح ہی سمجھا ہے نہیں تو پھر ان کے کہنے کی کیا حدیث ابن عباس کی جس میں تراویح باوجود ضعیف ہونے کے عائشہ صدیقہ رض کی صحیح حدیث کے معارض اور خلاف ہے اگر ان ہستیوں نے تراویح نہیں سمجھا ہوتا تو اس حدیث کو بیس تراویح کے مقابلے میں ایک محاذ میں کیوں قائم کرتے ہیں مولینا نقشبندی بنارسی سے دریافت کرتا ہوں کہ ان مستند ہستیوں نے غیر رمضان کا لفظ کیا بالکل دیکھا ہی نہیں تھا۔ امام کمال الدین ابن الہمام شرح ہدایہ ص۵ میں فرماتے ہیں فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشر ركعه بالوتر فى جماعة فعله عليه الصلوٰة والسلام ثم تركه لعذر علامہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں فتحصل من هذا كله ان التراويح فى الاصل احدى عشر ركعة فعله صلى الله عليه وسلم ثم تركه لعذر یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں ہماری تحریروں کا ما حاصل اور مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ تراویح اصل میں گیارہ ہی ہیں جو سنت ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بنا پر چھوڑ دیا تھا علامہ سید احمد طحطاوی درمختار کی شرح میں لکھتے ہیں وقد ثبت ان النبى صلى الله عليه وسلم صلاها احدى عشرة ركعة بالوتر كما ثبت فى الصحيح من حديث عائشة اس میں شک نہیں کہ یہ مع وتر گیارہ ہی رکعت تھیں جیسا کہ عائشہ صدیقہ رض کی صحیح حدیث

میں وارد ہے ابن الھمام فرماتے ہیں لاشک فی تحقق الامر من ذالک بو فاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فیکون سنۃ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اس امر کے متحقق ہونے میں تو کوئی شک نہیں اسی وجہ سے یہ سنت ہوئی نیز فرماتے ہیں و ذالک القدر منھا ھو السنۃ یعنی بیس تراویح پوری سنت نہیں بلکہ مع وتر گیارہ ہی سنت ہے علامہ شرنبلانی ابو الحسن ملہم من اللہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں وصلاتھا بالجماعۃ سنۃ کفایۃ لما ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالجماعۃ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر علی سبیل التداعی ولم یجرھا مجری سائر النوافل ثم بین العذر فی الترک یعنی تراویح جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت کے ساتھ گیارہ مع وتر بصورت تداعی ہی ثابت ہے پھر چھوڑنے کی وجہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دی، امام محمد رح نے اپنی موطا میں ایک عنوان قیام رمضان کے متعلق اس طرح قائم کیا باب قیام شھر رمضان وما فیہ من الفضل یعنی رمضان المبارک کی تراویح اور اس کی فضیلت کا ذکر۔

اس باب میں سب سے پہلے بی بی عائشہ رض کی حدیث بایں لفظ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد فصلی بصلاتہ ناس کثیر ثم کثروا من القابلۃ ثم اجتمعوا اللیلۃ الثانیہ او الرابعہ فکثروا فلم یخرج الیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رأیت الذی قد صنعتم البارحۃ فلم یمنعنی ان اخرج الیکم الا انی خشیت ان یفرض علیکم وذلک فی رمضان یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جم غفیر لوگوں کے ہمراہ مسجد میں نماز ادا کی دوسری رات میں اور زیادہ ہو گئے تیسری یا چوتھی شب میں لوگوں کا ہجوم بھی بڑھ گیا مگر آپ اپنے حجرۂ شریفہ سے باہر آئے ہی نہیں صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا اس شب میں جو بھی کچھ حرکتیں آپ لوگوں نے کی تاہم میں نہیں نکلا اس کی صرف یہی ایک وجہ تھی کہ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں تراویح ان پر فرض نہ ہو جائے۔ یہ رمضان شریف کا واقعہ ہے یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی مروی ہے یہ واقعہ کئی صحابیوں سے بھی وارد ہوا ہے امام محمد رح

نے دیکھا کہ اس حدیث میں رکعتوں کی تعداد کا مطلق ذکر نہیں ہے تو متًّاہی اس
کے متصل آپ انھیں بی بی عائشہ صدیقہ رضہ کی دوسری ایک روایت بیان فرما
کر رکعتوں کی تعداد کو واضح فرما رہے ہیں ملاحظہ ہو عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن
انہ سال عائشہ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان
قالت ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا غیرہ
علی احدی عشر رکعۃ الحدیث یعنی ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے بی بی عائشہ
صدیقہ رضہ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح رمضان کی
کیفیت کیا ہے، کتنی پڑھتے تھے جوابا کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور
غیر رمضان میں گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، علامہ زیلعی نصب الرایہ
صـ ۲۹۳ ج ا میں لکھتے ہیں اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد " وزاد البخاری فیہ
فی کتاب الصیام فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک
وسند ابن حبان فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ انہ علیہ السلام قام
بھم فی رمضان فصلی ثمان رکعات والوتر ثم انتظروہ من القابلہ
فلم یخرج الیھم فسالوہ فقال خشیت ان تکتب علیکم الوتر صحیح بخاری
شریف کی کتاب الصیام میں اتنا اور زیادہ وارد ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم اس دنیا سے کوچ فرما گئے تراویح اس طرح رہی ابن حبان کی صحیح میں
حضرت جابر بن عبد اللہ سے آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تراویح
آٹھ پڑھائیں اور وتر علحدہ پھر آئندہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
انتظار کیا مگر آپ باہر تشریف لائے ہی نہیں لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے وتر کے فرض ہو جانے کا تم پر کھٹکا
ہو گیا تھا ابن حبان کی اس حدیث کو علامہ ابن الھمام نے بھی فتح القدیر کے
صـ ۱۸۱ ج ا میں بیان کیا ہے۔ فاضل ابن الھمام نے فتح القدیر کے صـ ۲۰۵ ج ا میں
تعداد رکعت بیان کرتے ہوئے کہا تھا اس حدیث کی طرف اشارہ کر کے کہ فاجع
الیہ یعنی ہم وتر کے بیان میں ابن حبان کی کتاب سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں اسکی
طرف مراجعت کی جاوے اور رہیہ ۱۸۱ میں ہے اور علامہ حموی نے اشباہ کی شرح میں

اسی بنا پر تو لکھا تھا کہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یصلہا عشرین بل ثمانیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس نہیں پڑھی تھیں بلکہ آٹھ ہی پڑھی تھیں مولینا انور شاہ کشمیری عرف الشذی ص۳۲۹ میں لکھتے ہیں ولا مناص من تسلیم ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیۃ رکعات یعنی بلا تسلیم کیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح آٹھ ہی تھی بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ملا علی قاری حنفی نے مرقاۃ میں لکھا تھا ان التراویح فی الاصل احدی عشرۃ رکعۃ یعنی اصل تراویح وتر سمیت گیارہ ہی ہیں اس میں تین وتر اور آٹھ تراویح ابن الہمام بھی لکھ چکے ہیں کہ متحصل من ھذا کلہ ان قیام رمضان سنۃ احدی عشر رکعۃ بالوتر یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ تراویح وتر سمیت گیارہ ہی سنت ہے حضرت جابر کی آٹھ والی حدیث جسے ابن حبان نے روایت کیا ہے امام ابن خزیمہ نے بھی اسے اپنی صحیح میں اور امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب قیام رمضان میں اور طبرانی نے اور نیز دوسرے محدثوں نے بھی روایت کیا ہے) ہمارے بعض حنفیوں کا جابر کی حدیث کے متعلق لب کشائی کرنا سورج چاند کیطرف تھوکنا ہے کسی فقیہ کا استدلال کرنا کسی بھی ایک حدیث سے اس کی صحت کے لئے کافی ہے چنانچہ اس قانون کو ملا علی قاری حنفی نے شرح نخبہ میں ذکر کیا ہے اس حدیث سے متعدد علماء حنفیہ نے گیارہ تراویح وتر سمیت پر استدلال کیا ہے لہذا حدیث کی صحت پر حرف گیری کرنا اپنے بزرگوں کی عظیم الشان توہین کرنا ہے اور جب ایک جم غفیر محققین ائمہ احناف نے صحیح تسلیم کرلیا ہو پھر یہ کہنا کہ،، بعد تحقیق کرنے کے بعد صحیح حدیث کا ذکر ہی کیا ہمیں تو ایک ضعیف حدیث تک بھی تراویح کے آٹھ رکعت ہونے کے بارے میں نہیں ملی، جیسا کہ مولانا نقشبندی نے اپنے رسالے کے ص۱۹ میں لکھا ہے کہانتک صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے پھر اس پر طرہ یہ کہ،، علمائے غیر محقق کا اعتبار نہیں ان سے کوئی پوچھے کہ ابن الہمام علامہ سید احمد حموی و علامہ ابن نجیم صاحب بحر الرائق ملا علی قاری حنفی وغیرہ علماء محقق ہیں یا نہیں مجھے تو ان کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل نقشبندی علم ہی سے بے بہرہ اور کورے ہیں آپ کے کلمہ علماء غیر محقق نے

توصاف واضح کر دیا کہ صاحب رسالہ ایک عامی شخص ہے ہمیں اس سے کوئی واسطہ نہیں نفس الامر سے کام ہے) ہمارے ایک بہاری صاحب نے بھی اس حدیث پر لب کشائی کی ہے۔ جسکا وجود بمبئی میں واقع ہے غور سے سنئے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح فیما یجب حفظہ للناظر میں تحریر فرماتے ہیں احد بہا الکتب المجردۃ للصحاح فلا یوجد فیہا ما یحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع مثل الموطا و صحیح البخاری و صحیح مسلم و صحیح ابن حبان و الحاکم و المختارۃ للضیاء المقدسی و صحیح ابن خزیمہ و ابی عوانہ و صحیح ابن السکن و المنتقی لابن الجارود۔ یعنی ان مذکورہ کتابوں میں موضوع تو کیا ضعیف تک نہیں اس لئے کہ یہ صحاح احادیث کے لئے مخصوص ہیں شاہ صاحب نے موطا صحیح بخاری صحیح مسلم صحیح ابن حبان حاکم مختارہ صحیح ابن خزیمہ صحیح ابو عوانہ صحیح ابن السکن منتقی ابن الجارود کو پھر ذکر فرمایا مولینا عبدالحق محدّث دہلوی کہ جن کی ذات والاصفات خطہ ہند میں احادیث نبویہ کے وجود کی سبب ہوئی تھی ان کے استاد علامہ علی متقی کنز العمال صـ ۳ ج ۱ میں تحریر فرماتے ہیں جمیع ما فی ھذہ الکتب الخمسۃ (بخاری مسلم ابن حبان حاکم ضیا مقدسی) صحیح فالعزو الیہا معلم بالصحۃ سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ و کذا ما فی الموطا مالک و صحیح ابن خزیمہ و ابی عوانۃ و ابن السکن و المنتقی لابن الجارود و المستخرجات فالعزو الیہا معلم بالصحۃ ایضًا یعنی ان پانچوں کتابوں بخاری مسلم و ابن حبان و ضیا مقدسی اور موطا امام مالک اور صحیح ابن خزیمہ اور ابو عوانہ اور ابن السکن اور منتقی ابن جارود وغیرہ میں سب صحیح ہیں علاوہ مستدرک کی ان روایتوں کے کہ جن پر تعاقب واقع ہوا ہے بلکہ ان کی طرف نسبت کرنا ہی صحیح ہونے کی علامت ہے ابن الصلاح اپنے مقدمہ کی نوع اول میں فرماتے ہیں و یکفی مجرد کونہ موجودا فی کتب من اشترط منہم الصحیح فیما جمعہ ککتاب ابن خزیمہ الخ یعنی جن محدثوں نے اپنی اپنی کتابوں میں صحت کا التزام کیا ہے صحیح ہونے کے لئے ان کتابوں میں ہونا ہی کفایت

کرتا ہے جیسے امام الائمہ ابن خزیمہ کی کتاب مشہور بہ صحیح ابن خزیمہ نیز مولانا حمزہ صاحب نقشبندی کی مستند ہستی حضرت مولینا عبدالحق محدث دہلوی رح مقدمہ مشکوٰۃ ص۵ میں مذکورہ بالا کتابوں کو ذکر کر کے فرماتے ہیں و هذه الکتب کلها مختصة بالصحاح یعنی یہ کتابیں صحیح حدیثوں کے ساتھ مخصوص ہیں امام ابن خزیمہ کی شان میں مولینا حمزہ نقشبندی صاحب کی مستند ہستی باین اسلوب مدح سرائی فرماتے ہیں۔ اسی اپنے مقدمہ میں کہ ولقد صنف الاخرون من الائمة صحاحا مثل صحیح ابن خزیمة الذی یقال له امام الائمة و هو شیخ ابن حبان و قال ابن حبان فی مدحه ما رأیت علی وجه الارض احدا احسن فی صناعة السنن و احفظ للالفاظ الصحیحة منه کان السنن والاحادیث کلها نصب عینیه یعنی صحیح صحیح حدیثوں کے جمع کرنے میں علاوہ بخاری و مسلم کے دوسرے اماموں نے بھی کتابیں لکھی ہیں جیسے صحیح ابن خزیمہ انھیں امام الائمہ (اماموں کے امام) کہا جاتا ہے یہ امام ابن حبان کے استاذ ہیں ابن حبان ان ان کی تعریف ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں میں نے روئے زمین پر حدیث کے فن میں ان سے اچھا نہیں دیکھا ان سے زیادہ صحیح حدیثوں کے الفاظوں کو یاد رکھنے والا بھی کسی کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اور حدیثیں تو جیسے ان کی آنکھوں کے سامنے تھیں، حنفی بلکہ ایک مقلد کو تو اعتراض کی گنجائش رہ سکتی ہی نہیں تاہم سن لیں کہ بہاری صاحب نے شوق نیموی کی کی تقلید میں اس حدیث جابر میں ایک راوی عیسی بن جاریہ میں کلام کیا ہے اولا تو یہ راوی کذاب وضاع نہیں امام الجرح والتعدیل ابو زرعہ نے اسے لاباس بہ کہا امام ذہبی اور حافظ ابن حجر اور ان کے استاد علامہ ہیثمی مجمع الزوائد کے مصنف نے ابن حبان سے اس کی توثیق بیان کی ہے ثانیا امام ذہبی کہ جسے حنفیہ کی مستند کتاب مسلم الثبوت میں مولانا بہاری صاحب کے فاضل بہاری نے لکھا ہے کہ هو من اهل الاستقراء التام فی نقد الرجال امام ذہبی اپنی میزان الاعتدال میں عیسی بن جاریہ میں انصافا جرح تعدیل بیان کر کے اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں اسناده وسط جس سے صاف واضح ہے بل روز

روشن کی طرح ہویدا ہو گیا کہ اس حدیث کی سند ضعیف نہیں ہے اس کی سند افراط و تفریط سے محفوظ ہے یہ حدیث امام ابن حبان اور امام الائمہ ابن خزیمہ کے نزدیک صحیح ہے ابن حبان نے جو کہ امام الائمہ ابن خزیمہ کے شاگرد ہیں جب اسے ثقہ بیان کیا اور اس کی حدیث کو اپنی ملتزم بالصحۃ کتاب مشہور صحیح ابن حبان الموسوم بالتقاسیم والانواع میں داخل فرمایا امام الائمہ ابن خزیمہ نے بھی اس راوی کو مجروح قابل ترک نہ قرار دیتے ہوئے اس کی حدیث کو اپنی مشہور کتاب ملتزم بالصحۃ میں مشہور صحیح ابن خزیمہ کہ جس کے اوصاف پہلے حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کے کلام سے بیان کر چکے ہیں روایت کیا ہے علامہ الکمال ابن الکمال ابن الھمام اور علامہ زیلعی نے بھی اسی حدیث کو معرض استدلال میں بیان کیا ہے ایک جگہ نہیں بلکہ دو دو جگہوں میں مگر انھوں نے بھی اس حدیث پر لب کشائی نہیں کی بالآخر تھی تو ان کے مذہب کے خلاف ہی مگر نہیں جادۂ اعتدال و انصاف کو ہاتھ سے چھوڑا نہیں بلکہ اپنی گردن اس کے سامنے خم کر ہی دی اور اقرار کر دیا کہ بیس مسنون نہیں اس میں سے مسنون اسی قدر ہے کہ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھکر فرض کے ڈر سے چھوڑ دیا تھا اسی طرح مولانا ملا علی قاری صاحب نے ببانگ دہل للکارا کر التراویح فی الاصل احدی عشرۃ رکعۃ الخ یعنی تراویح اصل میں گیارہ ہی رکعت ہے خدا لگتی کہیئے یہ لوگ بھی تو آخر حنفی ہی ہیں البتہ فرق صرف اسوقت اسی قدر ہے کہ انھوں نے انصاف کو ہاتھ سے اس جگہ خیرباد نہیں کہا ، ہمارے بہاری اور نقشبندی صاحب نے تعصب سے کام لیا ہے بہاری صاحب نے جابر کی روایت میں اضطراب کی جرح اپنی بے علمی یا کم سرمائیگی یا عارفانہ تجاہل کی بنا پر قائم کرنے کی ناقابل قبول سعی کی ہے وجہ اضطراب کی آپ یہ تحریر فرماتے ہیں ،، جابر کی اس روایت میں اضطراب ہے کیونکہ یہاں نو رکعت کی تعداد مروی ہے اور ابن حبان نے جو جابر کی روایت بیان کی ہے اس میں تعداد رکعت کا ذکر نہیں اور یہ روایت بلوغ المرام میں اس طرح مذکور ہے عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فی شھر رمضان ثم انتظروہ من القابلہ فلم یخرج فقال خشیت ان یکتب علیکم الی تو بہاری صاحب

بلوغ المرام میں اختصار کو مد نظر رکھا ہے اگر انھوں نے اس حدیث کو مختصر اس جگہ کیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث واقعی نفس کتاب میں بھی اسیقدر اور اسی طرح مروی ہے ابن حجر مولف بلوغ المرام کی کتاب درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ صہ ۱۱۳ باب صلوۃ الوتر میں اصل حدیث ملاحظہ ہو حنفیہ چونکہ وجوب وتر کے قائل ہیں آپ ان کی تردید میں اس حدیث کو محل استدلال میں اس طرح پیش فرماتے ہیں ما نصہ - و یعارض القول بوجوبہ حدیث جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام بھم فی رمضان فصلی ثمان رکعات و اوتر ثم انتظروہ من القابلہ فلم یخرج الیھم فسالوہ فقال خشیت ان یکتب علیکم الوتر اخرجہ ابن حبان ھکذا اس حدیث جابر میں فصلی ثمان رکعات یعنی آٹھ رکعتیں پڑھائیں موجود ہے حافظ پوری حدیث بیان کر کے لکھتے ہیں اخرجہ ابن حبان ھکذا یعنی ابن حبان نے اس حدیث جابر کو اسیطرح روایت کیا ہے فتح الباری کے الفاظ بھی آپ اوپر ملاحظہ کر آئے ہیں اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ملاحظہ فرمائیں ہاں آپ کے گھرانے کی بھی ایک شہادت سن لیں امام زیلعی مخرج احادیث ہدایہ نے اس حدیث جابر کو انھیں الفاظوں سے جیسا کہ درایہ سے منقول ہیں دو جگہ ایک صہ ۲۷۶ ج ا اور ثانیا صہ ۲۹۳ ج ا مطبوعہ ہند میں بیان کیا ہے بلکہ صہ ۲۷۶ جلد اول میں تو صحیح ابن حبان کے مقام تخریج کا بھی نشان دیدیا ہے وہ نشان یہ ہے فی النوع التاسع والستین من القسم الخامس نوع ۶۹ قسم پانچ میں یہ حدیث علاوہ زیلعی کے متعدد علماء نے اپنی اپنی تصانیف میں پوری حدیث بیان کی ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم :: تو اس میں فرمائے قصور کس فرد کا ٹھیرایا جاوے بھاری صاحب نے جابر کی حدیث ثمان رکعات والوتر سے نو رکعتیں تصور کرتے ہوئے اضطراب کا محاذ قائم کیا مجھے آپ یہ بتائیں کہ والوتر سے آپ نے ایک ہی تعیین کیسے کر لی اور اگر ایک بھی تسلیم کر لیا جاوے تاہم اضطراب کے کیا معنی کیا آپ مطلق اور مقید کے باب کو فراموش کر چکے ہیں آپ کے نزدیک غالباً مطلق مقید

سے معارض ہی ہوتا ہے فیا للہ العجب وضیعۃ العلم والادب آپ تو مدعی علم ہیں مثل ہے کوا ہنس کی چال چلنے لگا اپنی بھی بھول گیا بہاری صاحب نے اضطراب کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی کہ اس جابر کی روایت میں وتر کے فرضیت کا عذر مذکور ہے اور دوسری روایتوں میں صلاۃ اللیل کے فرض کا ڈر وارد ہے مجھے ایک زبردست آپ کی ذات سے تعجب اس لئے آتا ہے کہ آپ مدعی علم اور پھر حنفی اور یہ بے خبری کسی نے اچھا کہا ہے ؎

گر ہمیں بے خبری حضرت والا ہو گی ؎ تار پود پدری تہ و بالا ہو گی ؎ مولانا طحاوی شریف صہ ۱۴۸ ج ملاحظہ فرمائیں فدل ھذا علی انہ سمی جمیع صلاتہ فی اللیل التی کان فیھا الوتر وتراً اس کے بعد ایک حدیث عائشہ صدیقہ رض کی بایں طریق بیان کی کہ قلت لعائشۃ مکم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر قالت کان یوتر باربع وثلث وثمان وثلث وعشر وثلث ولم یکن یوتر بانقص من سبع ولا باکثر من ثلث عشرۃ یعنی عبداللہ بن قیس کہتے ہیں میں نے بی بی عائشہ رض سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتنے وتر پڑھتے تھے جواباً کہا سات گیارہ تیرہ سات سے کم نہیں تیرہ سے زاید نہیں امام طحاوی پھر فرماتے ہیں ففی ھذا الحدیث ذکرھا لما کان یصلیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل من التطوع وتسمیتھا ایاہ وتراً الخ اس حدیث میں بی بی عائشہ رض نے آپ کی تمام رات کی تطوع نفلیات کو وتر فرمایا ہے مولانا بہاری صاحب فرمائے اب اس میں کونسا اضطراب ہے، مولانا بہاری صاحب کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ اس روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ہی رات نماز پڑھائی حالانکہ ثقات راوی اس امر پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتیں نماز پڑھائیں اس اعتراض کا جواب حافظ ابن حجر رح عسقلانی عرصہ ہوا دیکر رخصت پاچکے ہیں ملاحظہ ہو فتح الباری صہ ۱۰ ج ۳ فان کانت القصۃ واحدۃ احتمل ان یکون جابر ممن جاء فی اللیلۃ الثالثۃ فلذلک اقتصر علی وصف لیلتین وکذا ما وقع عند مسلم من حدیث انس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فجئت فقمت الی جنبہ فجاء رجل فقام

حتیٰ کنا رھطا فلما احس بنا تجوز ثم دخل رحلہ الحدیث و الظاھر ان ھذا کان فی قصۃ اخری اگر یہ ایک ہی قصہ ثابت ہو تو حضرت جابر کا آنا تیسری رات میں ہو سکتا ہے اس وجہ سے انھوں نے صرف تیسری رات ہی کا ذکر کیا اور دو کا نہیں اسی طرح وہ حدیث حضرت انسؓ کی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان المبارک میں نماز پڑھنا وارد ہوا ہے یہ کہتے ہیں میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ایک اور شخص آیا وہ بھی کھڑا ہو گیا ہماری ایک جماعت ہو گئی آپ کو ہمارا علم ہو گیا تو آپ نے نماز میں اختصار کر دیا بعد سلام اپنے مقام میں داخل ہو گئے ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہی دوسرا ہے، مجھے کہنے دیجیے کہ یہ جو کچھ مولانا بہاری صاحب نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے وہ کیا ان کی بے انصافی کا ثمرہ نہیں ؟ کیا کوئی باوقار اہل علم مولانا ملا علی قاری اور کمال ابن الھمام وغیرہ کے کلام کو بنظر غائر ملاحظہ کرتے ہوئے کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ "انھیں وغیرہ سے محدثین و ائمہ مجتہدین نے اس حدیث کا اعتبار نہیں کیا" جیسا کہ بہاری نے لکھا ہے البتہ وہی ہستی کہہ سکتی ہے کہ جس نے انصاف کو خیرباد کہدیا ہو مولینا حمزہ نقشبندی بنارسی کا کہنا، ص ۱۹ میں ہمیں تو ایک ضعیف حدیث تک بھی تراویح کے آٹھ رکعت ہونے کے بارے میں نہیں ملی" انھیں مولینا بہاری صاحب سے تعلیم حاصل کرنی چاہیئے اور ملا علی قاری و ابن الھمام وغیرہ اپنے مستند علماء محققین سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کم از کم سید احمد حموی کی شرح اشباہ والنظائر ہی دیکھنے کی تکلیف گوارہ کر لیں محققین حنفیہ نے صاف لکھدیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہی پڑھی تھیں مولینا حمزہ لکھتے ہیں ص ۱۸ میں کہ آٹھ رکعت تراویح کا پڑھنا صحیح حدیث کے خلاف ہے خدا لگتی کہیں کہ مولینا حمزہ کا کہنا صحیح ہے یا سید احمد حموی ملا علی قاری امام ابن الھمام اور دیگر جم غفیر ائمہ محققین حنفیہ کا تحریر فرمانا مولینا حمزہ ان علماء محققین کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ جابر کی حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے روز کی تراویح پڑھائی تھی آٹھ ہی رکعتیں پڑھائی تھیں مولانا حمزہ کا ص ۱۷ میں یہ لکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چند روز نماز تراویح پڑھی ہیں اس حدیث میں مطلق تعداد کا ذکر

نہیں "یہ ان کی بے علمی پر دال ہے انھیں اپنے مذہب کی کتابوں سے بھی واقفیت نہیں مراقی الفلاح ایک معمولی درسی کتاب ہے جس کے مصنف کا لقب ملہم من اللہ ہے ابوالحسن شرنبلالی ان کی کنیت،، آپ فرماتے ہیں الذی فعله علیه السلام بالجماعة احدی عشرة بالوتر تو وہ نماز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں جماعت سے پڑھی تھی وہ وتر سمیت گیارہ رکعتیں تھیں کیا عمدہ کسی نے کہا ہے۔ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے، میں اپنے اہل سنت والجماعت برادران سے عرض کئے بغیر نہیں رہونگا کہ آپ حضرات بھی مولینا حمزہ صاحب نقشبندی کی فقہ شناسی کی ضرور داد دیں کیا انھیں آئندہ اس کہنے (آخر تراویح کی رکعتیں پڑھیں تو کتنی پڑھیں) کی جرأت ہوگی یہ اور بات ہے کہ حیا اور انصاف کو خیرباد کہہ دیں مولینا کس منہ سے گوہر افشانی فرماتے ہیں صے۱ میں کہ تراویح کی بیس رکعتیں ثابت اور یہی فعل رسول ص ہے کچھ تو سوچ لیتے آپ کی دلیری کا آخر کوئی حساب ہے صے۱۶ میں فرماتے ہیں حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح بیس رکعت دس سلاموں سے ادا فرمائی مولینا یہ تو فرمائے کہ حافظ سیوطی نے یہ بات آخر کس کتاب میں لکھی ہے امام سیوطی رح نے ایک رسالہ تراویح کے متعلق لکھا ہے جو ہند اور مصر میں شائع ہو چکا ہے اس میں انھوں نے اس طرح لکھا ہے اور فیصلہ تحریر فرمایا ہے الحاصل ان العشرین لم یثبت من فعله صلی الله علیه وسلم حاصل کلام یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے تو بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت نہیں اور فرماتے ہیں لم یثبت انه صلی الله علیه وسلم صلی عشرین رکعة یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت نہیں، نیز فرماتے ہیں وقد تمسک بعض من اثبت ذالک بحدیث مرد فیه لا یصلح الاحتجاج به و انا اورده و ابین وهائه ثم ابین ما ثبت خلافه یعنی بعض لوگوں نے بیس رکعت تراویح کو ایک حدیث سے بیان اور اخذ کیا ہے جو اس مدعا میں وارد ہے مگر وہ حجت ہی کے لائق نہیں میں اس حدیث کو اور اس کے لچر پوچ ہونے کو اور جو اس کے خلاف ثابت ہے بیان کرتا ہوں پھر امام سیوطی رح نے ابن ابی شیبہ کی روایت بیس کی بیان کر کے پوری

طرح اس کے تمامی اعضاؤں کو لچر و ناقابل احتجاج ثابت کیا شوق سے اصل کتاب ان کی موسوم المصابیح فی صلوٰۃ التراویح کو ملاحظہ فرما کر داد حق دیں اور انصاف سے کہئے کہ مولینا حمزہ نقشبندی کا ص۱۵ میں نوٹ دینا بایں الفاظ کہ احادیث صحیحہ سے یہ بات نہایت واضح کردی گئی کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے۔ آٹھ رکعت تراویح ہے ہی نہیں، کیا ان کی بے علمی کی دلیل نہیں؟ مزید طرہ سنئے آپ ص۱۸ میں فرماتے ہیں" آٹھ رکعت تراویح کا پڑھنا صحیح حدیث کے خلاف ہے آپ وہ حدیث کونسی بیان فرماتے ہیں اسے بھی بغور ملاحظہ فرمالیں تو یہ ہے حدیث علیکم بسنتی الخ ص۸ میں اسی صفحہ میں لکھتے ہیں چونکہ خلفاء راشدین کی سنت پر احادیث صحیحہ کی بنا پر عمل واجب ہے لہذا خلفاء راشدین نے تراویح بیس رکعت پڑھی ہے لہذا ہمارا عمل بیس ہی پر ہونا ضروری ہے کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎ چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

مولینا ذرا ہوش سنبھالکر لکھا ہوتا نفس تراویح کے مسنون ہونیکا مسئلہ اور ہے اور تعداد رکعت کا مسئلہ اور ہے اور پھر نفس حدیث پر بھی غور کر لیا ہوتا حدیث میں سب سے پہلے علیکم بسنتی ہے پھر سنۃ الخلفاء الراشدین کا ذکر ہے کیا آپ کے مذہب میں سنت نبویہ کے ہوتے ہوئے کسی خلیفہ راشد کی سنت و طریقہ پر عمل واجب ہے؟ کیا خلفاء کو سنت نبوی کا خلاف آپکے نزدیک کرنا جائز ہے؟ کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنا جداگانہ محاذ قائم کرتے تھے؟ اور کیا خلفاء کا طرز عمل واقعی وجوب کا حکم رکھتا ہے؟ اپنی کتابیں دیکھ کر جواب دیں سنئے طحاوی شریف ص۳۷۲ ج۱ میں ہے۔ عن سالم قال انی لجالس مع ابن عمر فی المسجد اذ جاءہ رجل من اہل الشام فسألہ عن التمتع بالعمرۃ الی الحج فقال ابن عمر حسن جمیل فقال فان اباک کان ینہی عن ذلک فقال ویلک فان کان ابی قد نہی عن ذلک وقد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر بہ فبقول ابی تاخذ ام بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال بامر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ و سلم فقال قم عنی یعنی سالم کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ہمراہ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شامی آدمی نے ان سے مسئلہ دریافت کیا کہ تمتع الی الحج درست ہے؟ انھوں نے کہا جواب میں کہ یہ کام تو اچھا ہے حسن و جمیل ہے۔ شامی کہنے لگا۔ آپ کے والد حضرت عمرؓ تو اس سے منع کرتے تھے ابن عمر نے کہا تجھے بلا کی ہو یہ تو کہہ اگر میرا باپ اس سے منع کرتا تھا مان لے تھوڑی دیر کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو یا حکم فرمایا ہو بتا تو ایمانداری سے کہ میرے باپ کا کہنا قبول کریگا اور عمل میں لائیگا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو۔ اس نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد کو۔ تو پھر جاؤ یہاں سے جاؤ۔ یہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں بھی ہے مگر طحاوی شریف کی بات کا مولینا حمزہ کے نزدیک زیادہ وزن ہونا چاہیئے اور سنئے اسی طحاوی شریف ص ۳۷۶ ج میں ہے عن مروان بن الحکم قال کنا نسیر مع عثمان بن عفان فاذا رجل یلبی بالحج و العمرۃ فقال عثمان من ھذا فقالوا علی فاتاہ عثمان فقال الم تعلم انی نہیت عن ھذا فقال بلیٰ و لکنی لم ادع قول النبی صلی اللہ علیہ و سلم لقولک۔ یعنی مروان بن الحکم کہتے ہیں ہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ چل رہے تھے اتنے میں ایک آدمی کی حج اور عمرہ دونوں کی لبیک کی آواز کان میں آئی حضرت عثمان غنی نے فرمایا لوگوں سے یہ کون آدمی ہے لوگوں نے کہا وہ تو حضرت علی ہیں حضرت عثمان غنی رضؓ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمانے لگے تمھیں معلوم نہیں کہ میں نے جمع بین الحج والعمرہ سے منع کا حکم نافذ کیا ہے حضرت علی نے جواب دیا مجھے برابر علم ہے لیکن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو آپ کے کہنے سے چھوڑنے والا نہیں ہوں اور لیجیئے۔ حضرت عمر رضؓ پانچ درہم میں ہاتھ کاٹنے کو فرماتے ہیں بلکہ ابو بکر صدیق رضؓ بھی دیکھو ترمذی شریف بلکہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ و عثمان غنی رضؓ کو بھی بیان کیا ہے کیا آپ لوگوں نے اس امر کو واجب التسلیم قرار دیا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ حضرت علی رضؓ غلس میں صبح کی نماز کو فرماتے ہیں۔ دیکھو ترمذی اول

حاذی کی ناسخ و منسوخ حضرت عثمان غنی رضؓ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے دیکھو ترمذی
اور کتاب الحج امام محمد رح چاروں خلفاء ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ دیتے تھے دیکھو
ترمذی۔ عمدۃ القاری علامہ عینی ص ۳۸۲ ج ۱ حضرت عمر اور حضرت علی رضؓ بلا ولی کے
نکاح درست نہیں کہتے تھے۔ دیکھو ترمذی شریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ
وتر کو واجب نہیں کہتے تھے، دیکھو ترمذی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ طافی مچھلی
کو درست فرماتے تھے دیکھو بخاری شریف ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ
مسح پگڑی پر کرنے کو جائز فرماتے ہیں دیکھو ترمذی محلی ابن حزم میں حضرت علی کو
بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عمر رضؓ حضرت علی رضؓ یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرماتے تھے
دیکھو ترمذی زانی کو جلا وطن کا حکم حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ
عنہم دیتے تھے دیکھو ترمذی موطا امام محمد جمعہ کی صبح میں سورۂ سجدہ اور سورۂ
دہر کو حضرت عمر رضؓ حضرت عثمان پڑھتے اور پڑھنے کو فرماتے ہیں دیکھو نیل الاوطار ص ۱۵۸ ج ۳ وغیرہ
حضرت علی تو فرماتے ہیں کہ ایام النحر تو قربانی کا دن ہے اور تین دن اس کے
علاوہ دیکھو زاد المعاد ص ۲۵۵ ج ۱ مولانا حمزہ نقشبندی صاحب اور بہاری صاحب
ایمان سے فرمائیں کہ کیا یہ خلفاء راشدین کی سنتیں نہیں ہیں۔ پھر انھیں کیوں آپ
لوگوں نے عمداً چھوڑا اس کے علاوہ اور بھی بے شمار خلفاء راشدین کی سنتیں ہیں
کہ جن کا حنفیوں نے نہایت بیرحمی سے خون کیا ہے ان مقامات میں علیکم بسنتی تم
کو طاق نسیاں میں رکھکر منہ موڑ لیا کیا امام ابن حزم رح کا کہنا صحیح ہے کہ لا یلتفتون
بما قد صح عن عمر رضؓ فقد صح ان احتجاجهم بعمر رضؓ انما هو حيث وافق
شهواتهم یہ حنفی حضرت عمر کے صحیح مسلک کی طرف بھی تو توجہ نہیں کرتے
واضح بات ہوئی کہ یہ حنفی لوگ عمر رضؓ سے اسی وقت حجت پکڑتے ہیں جہاں ان کی خواہش
کے موافق ہوتی ہے دیکھو محلی ص ۲۷۸ ج ۵ مولینا کیا یہ مثل ہاتھی کے دانت دکھانے
کے اور کھانے کے اور صحیح ہے؟ حنفی دوستو! بیس کا پڑھنا اور بیس کا حکم دینا صحیح
طریقہ سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ سے ہی ثابت کر دیتے ان کے
زمانے میں تو لوگ کچھ بھی کرتے رہے ہوں اسے سنت کا درجہ دینا محل تعجب ہے
دیکھئے اولاً تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف آٹھ ہی پڑھنا آپ کے مستند علماؤں سے

ثابت اور واضح کر دیا ہے اب آپ حضرت عمر فاروق رضہ کے ارشاد گرامی کو ملاحظہ فرمائیں آپ کی مشہور و معروف طحاوی شریف صہ ۱۷۳ ج ۱ ملاحظہ فرمائیں۔ عن السائب بن یزید قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوم للناس باحدی عشرۃ رکعۃ یعنی سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ تم لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھاؤ یہ روایت موطا امام مالک و سنن بیہقی و شعب الایمان و عبدالرزاق وابن وہب اور صحیح مختارہ ضیاء مقدسی و سنن جعفر فریابی میں بھی ہے۔ مولینا آپ کے حافظ سیوطی اپنے تراویح کے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں فی الموطا و فی مصنف سعید بن منصور بسند فی غایۃ الصحۃ عن السائب بن یزید احدی عشرۃ رکعۃ موطا اور سعید بن منصور کی سنن میں سائب بن یزید سے انتہا درجہ کی صحیح سند سے گیارہ رکعت وارد ہے ہمارے بہاری وغیرہ حنفی دوستوں نے علامہ ابن عبدالبر کے کہنے کی بنا پر کلام کیا ہے کہ گیارہ کا ذکر اس روایت میں مالک کا وہم ہے مالک کے علاوہ اس کے خلاف روایت کرتے ہیں حافظ جلال الدین سیوطی اپنے تراویح کے رسالہ میں لکھتے ہیں اس اعتراض کے جواب میں کہ کانہ لم یقف علی مصنف سعید بن منصور فی ذلک فانہ رواھا کما رواھا مالک عن عبد العزیز بن محمد عن محمد بن یوسف شیخ مالک فقد تظافر مالک و عبد العزیز الداوردی علی روایتھا یعنی گویا حافظ ابن عبدالبر نے سعید بن منصور کی کتاب کو نہیں دیکھا اس بارے میں انھوں نے اس روایت کو بعینہ اسی طرح روایت کیا ہے جس طرح امام مالک نے اپنے استاد محمد بن یوسف سے روایت کیا ہے انھوں نے اپنے استاد عبدالعزیز بن محمد دراوردی سے روایت کیا ہے یہ دونوں سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں دیوبندیوں کے مستند علامہ شوق نیموی کہ جنھوں نے آثار السنن بلوغ المرام کے مقابلے میں مذہب حنفیہ کی تائید کے لئے درس میں داخل کرنے کی غرض سے تالیف کی یعنی الکاتب نے حافظ ابن عبدالبر کے قول کی تردید ان لفظوں میں کی ہے۔ ما قالہ ابن عبد البر من وھم مالک فغلط جدا لان مالکا تابعہ عبد العزیز بن

محمد عند سعید بن منصور فی سننہ و یحییٰ بن سعید القطان عند ابن ابی شیبہ فی مصنفہ کلاھما عن محمد بن یوسف و قالا احدی عشر رکعۃ کما رواہ مالک عن محمد بن یوسف۔ یعنی یہ جو ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ لفظ گیارہ رکعت کا اس میں مالک کا وہم ہے۔ سو یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ امام مالک کی متابعت عبدالعزیز دراوردی نے جیسا کہ سعید بن منصور کی سنن میں ہے کی ہے اور یحییٰ بن سعید القطان نے جیسا کہ ابن ابی شیبہ میں ہے کی ہے ان دونوں نے امام مالک کے استاذ محمد بن یوسف سے گیارہ رکعتوں کی روایت کی ہے گویا محمد بن سائب سے روایت کرنیوالے گیارہ رکعتوں کے تین شخص ہوئے ایک امام مالک دوسرے عبدالعزیز دراوردی تیسرے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان یہ تو ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح و متصل طریق سے ہمارے حنفی دوست حضرت عمر سے بیس رکعتوں کے حکم کی ایک روایت ذکر کیا کرتے ہیں مصنف ابن ابی شیبہ سے عن مالک بن انس عن یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں رجالہ ثقات لکن یحییٰ بن سعید الانصاری لم یدرک عمر یعنی اس کے راوی تو ثقہ ہیں مگر یحییٰ بن سعید انصاری نے حضرت عمر کو پایا ہی نہیں لہذا یہ روایت منقطع ہوئی اور منقطع روایت ناقابل احتجاج ہے بالاتفاق محدثین یحییٰ بن سعید انصاری کی وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی اور حضرت عمر فاروق رض کی وفات ۲۳ھ میں ہوئی ان دونوں کی وفات میں ایکسو نو کا فاصلہ ہے کیا کوئی رجال کی کتاب سے بتا سکتا ہے کہ یحییٰ بن سعید انصاری کی عمر ایکسو نو کی ہوئی تھی بلکہ حضرت عمر کی وفات کے بعد ہی ان کا جنم ہوا ہے نیموی صاحب کا کہنا بالکل صحیح اور قرین قیاس ہے یہ تو حضرت عمر کے ارشاد گرامی کی روایت کا حشر ہے اب وہ روایتیں بھی دیکھئے جنمیں وہ اصحاب حضرت عمر کے زمانہ کی تراویح کا ذکر کرتے ہیں ہمارے حنفی دوست بڑے وجد میں آ کر ذکر کیا کرتے ہیں ایک تو موطا امام مالک میں ہے یزید بن رومان سے یہ کہتے ہیں کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب رض بثلاث و عشرین رکعۃ یعنی لوگ حضرت عمر رض کے زمانے میں تیئس ۲۳ رکعتیں پڑھا کرتے تھے مگر علامہ عینی

عمدۃ القاری ص۱۸۷ ج۲ میں لکھتے ہیں۔ ویزید لم یدرک عمر ففیہ انقطاع یعنی یزید نے عمر کا زمانہ نہیں پایا لہذا اس سند میں انقطاع ہے روایت منقطع ہوئی نیز ص۲۵۶ جلد ۵ میں لکھتے ہیں۔ رواہ مالک فی الموطا باسناد منقطع یعنی اسے امام مالک نے بھی اپنی موطا میں منقطع سند سے روایت کیا ہے زیلعی نے بھی اس روایت کا منقطع ہونا واضح کیا ہے سائب بن یزید سے یہ روایت نقل کیجاتی ہے بیہقی وغیرہ کہ کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ اس روایت میں سائب بن یزید لوگوں کے تراویح پڑھنے کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کا خود کا عمل معہ اور لوگوں کے گیارہ ہی فرمایا ہے چنانچہ موطا اور طحاوی وغیرہ سے اوپر ہم لکھ چکے ہیں طحاوی کی روایت کے سامنے دوسری روایت کا حنفیوں کو تو اعتماد نہیں کرنا چاہیئے اگر بیس کی روایت میں کچھ جان ہوتی تو امام طحاوی اسے ذکر کئے بغیر رہتے بھی نہیں، ہاں سائب بن یزید کی ایک روایت میں لفظ ثلث عشر کا آیا ہے جو بظاہر احدی عشرۃ رکعۃ کے خلاف معلوم ہوتا ہے مگر شوق نیموی لکھتے ہیں ہذا اقرب مما رواہ مالک عن محمد بن یوسف ای مع الرکعتین بعد العشاء یعنی تیرہ کی ان کی روایت مالک والی گیارہ کے بہت قریب ہے زیادہ فرق نہیں گیارہ مع وتر اور دو رکعتیں عشا کے بعد کی تیرہ ہوئیں ایک اور وجہ تطبیق کی آئندہ بھی ہم لکھیں گے امام ابو حنیفہ رح کی روایت سے حافظ ابن حجر عسقلانی رح فتح الباری ص۲۲ ج۲ سائب بن یزید کی اس روایت کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں قال ابن اسحٰق ہذا اثبت ما سمعت فی ذالک ہو موافق لحدیث عائشۃ فی صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل یعنی ابن اسحٰق کہتے ہیں میں نے جسقدر اس بارے میں سنا ہے ان سب سے یہ زیادہ ثابت ہے میرے نزدیک اور زیادہ لائق ہے کہ ہو سائب کی روایت سے یہ موافق ہے بی بی عائشہ کی اس روایت سے کہ جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز تیرہ روایت کرتی ہے یہ محمد بن نصر مروزی کی کتاب قیام شہر رمضان کے ص۹۱ میں بھی مذکور ہے اور بھی کئی مختلف روائیتیں وارد ہوئی ہیں مگر کسی ایک میں متصل سند سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ حضرت عمر رض کے حکم سے بیس پڑھی جاتی تھیں یا

انھوں نے بیس تراویح مقرر کر دیں تو لوگوں کے عمل ضرور مختلف ہیں ان کا مقرر کرنا اور حکم دینا وہی گیارہ کا حافظ سیوطی ح اپنے رسالہ المصابیح میں لکھتے ہیں امام مالک سے الذی جمع علیہ الناس عمر بن الخطاب احب الی وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیل لہ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر قال نعم وثلث عشرۃ قریب قال ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر یعنی جس تعداد پر حضرت عمر نے لوگوں کو اکٹھا کیا تھا وہ گیارہ ہی رکعتیں تھیں اور اتنی ہی مجھے پسند بھی ہیں اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی کسی نے کہا گیارہ وتر سمیت کہا ہاں اور تیرہ رکعتیں اسی کے قریب ہیں کہنے لگے مجھے نہیں معلوم یہ اس قدر رکعتیں کثیر تعداد میں کہاں سے ایجاد ہو گئیں علامہ عارف باللہ الزاہد البصیر بامر اللہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی سنہ ۶۷۹ھ استاذ ابن الحاج صاحب مدخل المطبوع فی مصر اپنی کتاب بہجۃ النفوس شرح مختصر بخاری صـ۲ـ جـ۱ میں فرماتے ہیں حضرت عمر کے ارشاد گرامی نعمت البدعۃ ھذہ کی توضیح فرماتے ہوئے بلکہ اس اعتراض کے دفع میں کہ جو وارد ہوتا ہے اس کلمہ پر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رمضان میں قیام مسجد میں جماعت کے ساتھ کیا تھا تو پھر اس کلمہ کی کیا وجہ سنت بھی بدعت ہوا کرتی ہے اس کا ازالہ بایں طریق فرماتے ہیں وزوال الاشکال ان نقول انما سماھا عمر بدعۃ لانہ لما جمعھم علی القاری الواحد وحد لھم ان یصلی بھم احدی عشرۃ رکعۃ فسمی ذالک التحدید باحدی عشرۃ رکعۃ وسماھا نعمت البدعۃ لانہ ماجعلہ حدھا لھم الا انہ اقتدی فی ذلک التحدید بما روتہ عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یزد فی تنفلہ فی رمضان ولا غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ فمن اجل اتباعہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک قال لھا نعمت البدعۃ ھذہ اس اشکال کے حل سے متعلق ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس کا نام بدعت رکھا اس لئے کہ انھوں نے لوگوں کو ایک ہی حافظ قرآن پر ان کے لئے گیارہ رکعتیں ٹھہرا دیں کہ انھیں گیارہ رکعتیں پڑھایا کریں

اس گیارہ کی تحدید کو نعمت البدعۃ کہا اس وجہ سے کہ جو تحدید انھوں نے گیارہ کی فرمائی اس میں بھی انھوں نے بی بی عائشہ رضؓ کی گیارہ والی حدیث کی اقتدا کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں اور علاوہ رمضان بھی نفل گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہی کی بنا پر اس تحدید میں نعمت البدعۃ ہذہ ارشاد فرمایا ہے یہ ابن ابی جمرہ وہ ہیں کہ جن سے حافظ ابن حجر اکثر فتح الباری میں بھی ان کی تحقیقات کو بیان کیا کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین ہی تو فرمایا ہے یعنی خلفاء کا فعل یا امر یہ تو نہیں فرمایا کہ لوگوں کا کرنا بھی تم کیا کرنا خدارا انصاف سے اور خدا لگتی بات کہیں حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہ جن کی ذات ہند میں احادیث نبویہ کے آنیکی باعث بنی تھی اپنی کتاب اشعۃ اللمعات فارسی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں بحقیقت سنت خلفاء راشدین رضؓ ہما سنت پیغمبر است کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہرت نیافتہ بود بعد ازاں در زمان ایشاں رواج یافتہ و مشہور گشتہ مضاف بایشاں شدہ چوں مظنہ ایں بود کہ یکے آں راجہت اضافت بایشاں بدعت پندار دو رد کند منکر گرد دو صیت کرد باتباع آں پس ہر چہ خلفاء راشدین بآں حکم کردہ اند اگرچہ باجتہاد و قیاس ایشاں بود موافق سنت نبوی است و اطلاق بدعت برآں نتواں کرد چنانچہ فرقہ زائغہ کنند۔ یعنی خلفاء راشدین کی سنت فی الحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جو آپ کے زمانے میں مشہور نہیں ہوئی آپؐ کے بعد خلفاء کے زمانہ میں اس کا رواج ہوا اور مشہور ہوئی اور پھر وہ خلفاء ہی کی طرف منسوب بھی ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وہم اور گمان کی تردید کی خواطر کہ مبادا ان کی طرف منسوب ہونے سے بدعت کا گمان نہ کر بیٹھیں ان کی سنت کی اتباع کی بیلک کو وصیت فرمائی لھذا خلفاء راشدین جس چیز کا بھی حکم دیں خواہ وہ اجتہاد اور ان کے قیاس ہی سے ہو سنت نبوی کے موافق ہی تسلیم ہوگی اور اس پر بدعت کا اطلاق جائز نہیں جیسا کہ گمراہ فرقوں کا خیال ہے حضرت مولانا حکیم الامۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب بلاغ المبین صہ۲ میں فرماتے ہیں پیروی

خلفاء الراشدین آنجناب کہ برائے اتباع شان امر فرمودہ است ہمیں پیروی آنحضرت است پس آدمی را لازم است کہ در مقدمہ دین آنچہ ایشان کردہ اند بجا آرد وہرچہ نہ کردہ اند بعمل نیارد تا سنی گردد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی پیروی کا ارشاد فرمایا ہے وہ آپ ہی کی پیروی ہے آدمی کو لازم ہے کہ دین کے مقدمہ میں جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ کرے اور جسے انھوں نے نہیں کیا نہ کرے تاکہ آدمی سنی ہو میں علی وجہ البصیرت دعوی سے کہتا ہوں کہ فعل حضرت عمر رض سے بیس رکعت ثابت نہیں اگر کسی فرد نے اپنی رضاعت کامل کی ہو تو وہ حضرت عمر سے بالسند صحیح پیش کرے ان کے زمانے کے لوگوں کے عملوں کو بالائے طاق رکھیں لوگوں کے عمل کا نام سنت الخلفاء کسی مسلمان اہل سنن نے نہیں رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اگر ارشاد فرمایا ہے تو ان کی خود کی سنت کو فرمایا یہ تو نہیں فرمایا کہ جو کام ان کے زمانے میں لوگ کریں اسے بھی تم لازم پکڑ یا یہاں تو خود ان خلفاء کے قول فعل ہی کی اتباع کے جو خلاف نص نبوی ہوں صحابہ بے دھڑک رد کر دیتے تھے کیا انھیں علیکم بسنتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی معلوم نہ تھا خصوصاً ان کے فرزند ارجمند جنھیں حنفیہ بھی فقیہ تسلیم کرتے ہیں حدیث میں اول تو سنتی کا حکم ہوا ہے پھر سنۃ الخلفاء کا ذکر فرمایا ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہونے پر سنۃ الخلفاء کا عمل میں لانا ضروری معلوم ہوا اس سے نہ کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جسے ایک ایمان والی ہستی گوارہ نہیں کر سکتی حضرت عمر رض بذات خود اس سے مبرا تھے لوگوں کو سنت کے نام سے دھوکہ دے کر دام تزویر میں پھانسنا حنفیوں کا مورولی کرشمہ ہے یہ کوئی نئی اللہ فریبی نہیں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن کتاب الاشربہ میں حنفیوں کو مخادعون انفسھم فرمایا ہے کہ نو پیالی حلال اور دسویں حرام تراویح میں حالانکہ فعل عمر رض بھی نہیں تاہم اسقدر کیا بریلوی اور کیا دیوبندی شور برپا کرتے رہے کہ علیکم بسنتی حضرت عمر کی بیس رکعت سنت ہیں یہ ترک کرنیوالے ایسے ہیں ویسے ہیں۔ اور جن مسئلوں میں حضرت عمر رض ابوبکر رض علی رض عثمان رض چاروں متفق ہوں مگر حنفی اپنے جعلی مذہب

سے لٹس سے مس نہیں ہوتے نظر نہیں آتے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی کیا صرف نزاع ہی کے لئے سنت الخلفاء کو اچھالا جاوے یا اپنے مذہب کے موافق ہو وہیں اس کو سراہا جاوئے۔ لو سنو حضرت عمرؓ کا اٹل فیصلہ اٹل سنت سنن دارمی ص۳۴ عن شریح ان عمر بن الخطاب کتب الیہ ان جاءك شیئ فی کتاب اللہ فاقض بہ ولا یلتفتك عنہ الرجال فان جاءك ما لیس فی کتاب اللہ فانظر سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بہا فان جاءك ما لیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانظر ما اجتمع علیہ الناس فخذ بہ فان جاءك ما لیس فی کتاب اللہ ولم یکن فیہ سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یتکلم فیہ احد قبلك فاختر ای الامرین شئت ان شئت ان تجتہد برائك ثم تقدم فتقدم وان شئت ان تتأخر فتأخر ولا اری التأخر الا خیرا لك یعنی قاضی شریح رح فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف لکھ بھیجا کہ اگر تیرے پاس کوئی مسئلہ آوے اسے تو اللہ کی کتاب سے فیصلہ کرنا دیکھنا لوگ تجھے ہٹا نہ دیں پھر اگر کوئی مسئلہ تیرے پاس آوے اور اللہ کی کتاب میں نہ پاوے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھو اس پر فیصلہ کرنا پھر اگر کوئی ایسا مسئلہ آوے کہ وہ کتاب اللہ میں تجھے نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی نہ ملے تو صحابہ کے اتفاق کو دیکھنا اسے لیجیو پھر اگر کوئی مسئلہ آوے کہ نہ ہی اللہ کی کتاب میں ہوا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں اور نہ ہی صحابہ کا اس مسئلہ میں کلام کرنا اب تجھے دو باتوں میں اختیار ہے چاہے تو اجتہاد کر اپنی رائے کو جولان دے اور آگے بڑھ اگر چاہے تو پیچھے ہٹ مت اجتہاد کر مگر میں تیرے حق میں اجتہاد رائے نہ کرنے ہی کو بہتر خیال کرتا ہوں اللہ اکبر سنت خلفاء کے دم بھرنے والو آنکھیں کھولو اور بصارت قلبی سے کام لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل سے کیا کہا تھا انھوں نے کیا جواب دیا تھا نتیجہ کیا برآمد ہوا تھا یہ تو آپ لوگوں کی نوک زبان پر ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ جن پر حنفی مذہب

کا مدار ہے دارمی ص۲۳ میں دیکھ لیں وہ بھی تو یہی ارشاد فرماتے ہیں اور آنکھیں پھاڑ کر بصارت قلبی کی اعانت سے ملاحظہ فرمائیں دارمی ص۲۲ میمون بن مہران فرماتے ہیں۔ کان ابو بکر اذا ورد علیہ الخصم نظر فی کتاب اللہ فان وجد فیہ ما یقضی بینھم قضی بہ وان لم یکن فی الکتاب وعلم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک الامر سنۃ قضی بہ فان اعیاہ خرج فسال المسلمین وقال اتانی کذا وکذا فھل علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی ذلک بقضاء فربما اجتمع الیہ النفر کلھم یذکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ قضاء فیقول ابوبکر الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علی نبینا فان اعیاہ ان یجد فیہ سنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمع رؤس الناس وخیارھم فاستشارھم فاذا اجتمع رائھم علی امر قضی بہ۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی جھگڑا آتا تو کتاب اللہ میں دیکھتے اگر اسمیں پاتے تو اس پر فیصلہ فرماتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور انھیں اس مسئلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت معلوم ہوتی تو اس پر فیصلہ فرماتے اگر اس میں بھی نہ پاتے تو گھر سے نکل پڑتے اور مسلمانوں سے دریافت فرماتے کہ تمھیں کیا اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کچھ معلوم ہے کہ آپ نے فیصلہ فرمایا ہو کبھی تو ایسا ہوتا کہ ایک جماعت آپ کے پاس حاضر ہوتی اور کہتی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فیصلہ فرمایا ہے ابو بکر صدیق فرماتے خدا کا شکر ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو یاد رکھنے والے ہنوز موجود ہیں اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ پاتے تو بہترین لوگوں کو جمع کر کے مشورہ فرماتے جب ان سب کی رائے ایک امر پر مجتمع ہوتی تب اس پر فیصلہ فرماتے) اللہ۔ اللہ تعجب امر ہے کہ حضرت عمر فاروق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم کے یہ اٹل فیصلے ہوتے ہوئے اپنی کتابوں میں فضول سنت کی تعریف میں ورق سیاہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں میں دریافت کرتا ہوں آخر اس سے فائدہ ہی کیا اس سمع خراشی کا نتیجہ کیا ہے چلئے خلفاء

علماء نے جن جن امور پر مواظبت کی ہے سنت ہی سہی مگر ہو بھی تو ثبت العرش ثم النقش آپ تو تراویح کو سنت صحابہ کہتے ہیں ہم تو اسے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کرتے ہیں لیجئے فیصلہ ہوگیا تراویح کے سنت ہونے کا انکار ہی کسکو ہے آپ کا مذہبی اصول بھی تراویح کے سنت ہونے کو تسلیم نہیں کرا سکتا گوکہ ایک روایت امام ابوحنیفہ سے آپ کے یہاں قاطع نزاع تصور کرتے ہوئے پیش کیجاتی ہے مگر آپ کا اصول کیا کہتا ہے بحر الرائق میں امر فیصل یوں تحریر فرماتے ہیں والذی ظہر للعبد الضعیف ان السنۃ ماواظب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ لکن ان کانت لا مع الترک فھی دلیل السنۃ المؤکدۃ وان کانت لا مع الترک احیانا فھی دلیل غیر المؤکدۃ ذکرہ فی سنن الوضوء سنت وہ ہے کہ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو اگر مواظبت بلا چھوڑنے کے ہے تو یہ سنت موکدہ کی دلیل ہے اور اگر کبھی ترک کے ساتھ مواظبت ہے تو یہ دلیل اس سنت کے غیر موکد ہونے کی ہے شرح وقایہ میں ہے السنۃ ما واظب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع الترک احیانا فان کانت المواظبۃ المذکورۃ علی سبیل العبادۃ فسنن الھدی یعنی سنت وہ ہے کہ جس پر نبی علیہ السلام نے مع ترک کے احیانا مواظبت فرمائی ہو اور اگر مواظبت عبادت کے طریقہ سے ہو تو وہ سنن ھدی کہلائے گی سنن ہدی حنفیہ کے یہاں موکدہ ہوتی ہے دیکھو تعریفات جرجانی وغیرہ اب تھوڑی سی دیر کے لئے سینے پر ہاتھ رکھ کر سرد دل سے مجھے بتائے اور سمجھائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کئے روز پڑھی تھی اس پر مواظبت کی تھی ؟ اگر نہیں کی تھی تو ابن الھمام صاحب فتح القدیر کے کہنے پر کہ سنت صرف اسیقدر ہے کہ جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی تھی باقی مستحب حسب اصول کیوں آنکھیں آپ لوگوں نے نکالیں کیا انھوں نے اصول کے خلاف بات لکھی یا کہی ہے مجھے یہ بھی بتانیکی سعی کیجئے کہ صحابہ کی سنت کو سنت موکدہ کس اصول کی بنا پر کہا جاتا ہے سنت صحابہ کہیئے مگر سنت موکدہ کسطرح ہوئی بہ رتبہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے

حنفیہ کے یہاں سنت موکدہ کا ترک کرنا جائز نہیں دیکھو بحر الرائق عن المحیط لا یجوز ترک السنن الموکدۃ بلکہ اس میں ہے السنۃ الموکدۃ بمنزلۃ الواجب فی الاثم بالترک توضیح تلویح میں ہے۔ ترک السنۃ الموکدۃ قریب من الحرام یستحق بہ حرمان الشفاعۃ برادرو کیا صحابہ کی سنت کا یہ درجہ ہے آپ کے یہاں اگر یہ درجہ نہیں ہے تو پھر تراویح کو سنت موکدہ آپ کس منہ سے الاپتے پھرتے ہیں فتح القدیر میں صاف طور سے وارد ہے کہ قول الصحابی و فعلہ حجۃ مالم تنفہ السنۃ قول و فعل صحابی حجت ہے مگر سنت نبوی کے منافی نہ ہو مولانا عبد الحئی لکھنوی ظفر الامانی صـ۱۸۲ میں اس پر اتفاق حنفی و شافعی کا بیان فرماتے ہیں لہذا اس میں کسی کا اختلاف نہیں رہا یعنی صحابہ کا قول و فعل سنت کے خلاف ہو تو قابل قبول نہیں یاد رکھیں بلیس تراویح کو تھوڑی دیر کے لئے صحابہ ہی کی سنت تسلیم کرلو مگر بیس رکعت تراویح کی حدیث کو آپ کے محققین حنفیہ نے مخالف ٹھہرادیا تو پھر کیا انصاف اسی کا نام ہے کہ صحیح حدیث کے سامنے صحابہ کے اقوال کو لئے لئے پھرتے رہو سنت صحیحہ چھوٹ جاوے اس کے خلاف ہی ہو مگر ہم وہی راگ اپنا الاپتے رہیں گے۔ فتاوی قاضی خاں صـ۱۹۷ مطبوعہ نولکشور کتاب الاکراہ میں آنکھیں کھول کر دیکھیں لکھا ہوا ہے قول النبی حجۃ علی الخلق اما قول غیر النبی فلیس بحجۃ علی الخلق یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مخلوق پر حجت ہے غیر نبی کا قول مخلوق پر حجت نہیں ہے سلئے فتح القدیر میں لکھا ہے لا یستلزم کون ذلک سنۃ اذ سنتہ بمواظبتہ بنفسہ الا لعذر اب اپنے اصول فقہ کیطرف توجہ منعطف کریں شرح مسلم الثبوت صـ۵۰۹ مطبوعہ نولکشور مسمی بہ فواتح الرحموت اسی حدیث علیکم بسنتی کے متعلق لکھتے ہیں بیان لاھلیۃ الاتباع لاحصر الاتباع فیھم وعلی ھذا فالامر للاباحۃ او الندب وتحت ھذین التاویلین ضرورۃ ان المجتھدین کانوا یخالفونھم و المقلدون قد یقلدون غیرھم ولم ینکر علیھم احد لا الخلفاء انفسھم ولا غیرھم نعدم حجیۃ قولھم کان معتقدھم یعنی حدیث

علیکم بسنتی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع کی اہلبیت والوں کا ذکر فرمایا ہے
یہ نہیں کہ اتباع کو انھیں میں حصر فرمایا اس بنا پر امر اس میں اباحت یا ندوبیت
کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ان دونوں تاویلوں میں سے ایک کا کرنا ضروری
ہے اس لئے کہ مجتہدین ان کی برابر مخالفت کرتے آئے ہیں اور مقلد لوگ ان کے سوا
دوسروں کی برابر تقلید کرتے رہے نہ ہی کسی حنفیہ نے بذات خود ان پر انکار کیا اور
نہ ہی دوسروں نے بلکہ عدم حجیت اقوال پر برابر اعتقاد رہا حضرت امیر المومنین
خلیفہ المسلمین عمر بن الخطاب ہی کا تراویح کے متعلق فیصلہ سن لو امام محمد بن نصر
مروزی کتاب قیام رمضان صـ ۸۸ میں بیان کرتے ہیں مسروق سے کہ حضرت عمر
بن خطاب رمضان المبارک کا مہینہ حاضر ہوتا تو خطبہ دیتے لوگوں کو حمد و ثنا کے
بعد ارشاد فرماتے ہیں ان ھذا الشھر کتب اللہ علیکم صیامہ ولم یکتب
علیکم قیامہ فمن استطاع ان یقوم فلیقم فانھا من افل الخیر التی قال
اللہ تعالیٰ ومن لم یستطع فلینم علی فراشہ ولیتق انسان ان یقول صوم من
صام فلان واقوم ان قام فلان من قام او صام فلیجعل للہ یعنی یہ
رمضان کا مہینہ ہے اللہ میاں نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں اس کا
قیام یعنی تراویح فرض نہیں کی لہذا جس میں تراویح پڑھنے کی طاقت ہو پڑھے
چونکہ یہ نوافل خیر سے ہے جیسے اللہ میاں نے فرمایا فمن تطوع خیرا فھو خیر
لہ اور جس میں پڑھنے کی طاقت نہیں اسے چاہیئے کہ اپنے بستر پر آرام کرے مگر
یوں کہنے سے احتراز کرے کہ فلاں روزہ رکھیگا تو رکھونگا فلاں تراویح پڑھیگا
تو میں بھی پڑھونگا بلکہ روزہ و تراویح کو خدا ہی کے لئے کرے) مسلم برادرو؟ یہ ہیں
خلیفہ وقت اور یہ ہے ان کا ارشاد گرامی تراویح کے متعلق شل ہے مدعی سست
گواہ چست آپ لوگوں نے سنت موکدہ کی اصطلاح کب سے ایجاد کرلی ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سننت لکم قیامہ موطا امام مالک وغیرہ میں
مرفوع حدیث بایں لفظ وارد ہے کان یرغب فی قیام رمضان من
غیران یامر بعزیمہ شاہ صاحب اس کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رغبت می داد مردماں را در شب خیزی رمضان

بغیر آنکہ امر کنند بنا کبد اخیر میں فرماتے ہیں بر آں منوال ماند در خلافت ابوبکر صدیق و اوائل از خلافت عمر بن الخطاب مولینا زکریا اوجز المسالک میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ص۳۸۵ المعنی یامرہ من غیر ان یوجبہ ایجابا لا یحل ترکہ بل امر ندب و ترغیب ثم بین الترغیب مولانا عبد الحی لکھنوی تعلیق الممجد میں اس معنی کو امام نووی سے بیان کرکے لکھتے ہیں وھذہ الصیغۃ تقتضی الترغیب و الندب دون الایجاب یہ الفاظ شارع علیہ الصلوۃ والسلام کے وجوب کیلئے نہیں ان سے تو صرف مندوبیت ہی واضح ہوتی ہے خدا لگتی کہیں کہ حنفیہ نے امام ابو حنیفہ رح سے سنت موکدہ لا یجوز ترکھا برابر نقل کیا ہے البتہ بعض نے سوچنے اور سمجھنے کے بعد مطلق سنت ہی نقل کیا ہے مگر لا یجوز ترکھا کی دم برابر لگی ہی رہتی ہے۔ فرمائیے یہ مفہوم کس ارشاد و فعل نبوی اور کون سے خلفاء کا فرمان ہے سنت لکھی فقہا بلکہ جمہور اصولیوں کے نزدیک سنت ہونے کے لئے صریح نہیں بلکہ لفظ سنت ہی ایک جدید اصطلاح ہے خود حنفیہ ہی کی زبانی قدرے سن لیں ملاحظہ ہو کبیری شرح منیہ ص۲۷۲ سنت ظہر کے بیان میں وھذہ الاسم حادث منا اما ھو علیہ السلام فانما کان یصلی الصلوۃ للہ تعالی لا السنۃ فلما واظب علیہ السلام علی الفعل کذلک سمیناہ سنۃ یعنی سنت نام تو ہمارا ایجاد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ہی کے ارادے سے نماز ادا فرمایا کرتے تھے سنت کے ارادے سے نہیں ہمنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مداومت کو جب دیکھا تو اس کا ہم نے سنت نام رکھ لیا ابن الھمام نے ایک نفیس بحث اس کے متعلق حوالہ قلم کی ہے اخیر میں فرماتے ہیں فعلم ان وصف السنۃ ثبت بعد فعلہ علی ذلک الوجہ تسمیۃ منا لفعلہ المخصوص یعنی ہمارے بیان سے معلوم ہو گیا کہ سنت کا وصف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے بعد ہوتا ہے لہذا یہ نام تو ہمارا تراشا ہوا ہے آپ کے فعل کیلئے علامہ حلبی کبیری ص۲۴۶ میں لکھتے ہیں وعلی ھذا التراویح الخ اسی طریقہ پر تراویح کا نام بھی سنت کا ہی تراشا ہوا ہے آپ کے فعل اور رغبت فرمانے کی

بنا پر مولینا حمزہ نقشبندی اور دیگر حضرات علمائے احناف خواہ دیوبندی ہوں یا بریلوی غور سے ملاحظہ فرماکر گریبان میں منہ ڈالتے ہوئے لب کشائی کریں مولینا حمزہ بنارسی کو سنت لکم سے سنت سمجھنا کیا ان کی لیاقت علمی پر دھبہ نہیں آئے گا؟ یہ تو نفس لفظ سنت کا حشر ہے اس کی دُم موکدہ جسے حنفیہ قریب واجب بلکہ بحر الرائق میں محیط سے بمنزلۃ الواجب فی الاثم بالترک کما صرحوا بہ کثیراً منقول ہے تلویح میں قریب من الحرام سنت موکدہ کے ترک کو بیان کیا ہے ہاں ہاں مستحق حرمان شفاعت نبوی بھی تو لکھا ہے شرح منار میں علامہ زین نے تو لکھا ہے الاصح انہ یاثم بترک المؤکدۃ لانہا فی حکم الواجب کذا فی الطحطاوی یعنی.. اصح یہ ہے کہ سنت موکدہ کے ترک سے آدمی گنہگار ہوتا ہے اس لئے کہ وہ واجب کے حکم میں ہے کیا اس کی دلیل کتاب وسنت اور آپ کے مذہبی اصول سے بتانے کی جرأت کرسکتے ہیں اگر ہے تو بسم اللہ لائیے ہم داد حق کے لئے موجود ہیں یوں ہی بے چارے اہلحدیثوں کو برا بھلا کہتے اور کوسنے بھرتے ہو تارک سنت منکر سنت کا ٹائٹل ان کے لئے، لئے لئے بغلیں بجاتے پھرتے ہو آخر انصاف بھی تو کچھ ہے ابن خزیمہ اور بیہقی وغیرہ میں حضرت سلمان فارسی رضؓ سے مرفوعاً لفظ وقیام لیلہ تطوعا وارد ہے معلوم ہوا کہ لفظ سنت اس جگہ صریح سنت کے لئے نہیں استعمال کیا بلکہ علامہ سندھی حنفی نے نسائی کے حاشیہ میں اس حدیث سننت کی اسطرح توضیح کی ہے لکھتے ہیں سننت بصیغۃ المتکلم ای ندبت لکم وانما قال لکم اذ ھو نفع محض لاضرر فیہ اصلاً فمن فعل نال اجرا عظیما ومن ترک فلا اثم علیہ سننت متکلم کا صیغہ ہے یعنی میں نے تمہارے لئے مندوب قرار دیا تراویح کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ لکم ارشاد اس لئے فرمایا کہ اس میں محض فائدہ ہی فائدہ ہے ضرر کا نام ونشان بھی نہیں لہذا جو اس کو کرے بڑا ہی اجر اس کو حاصل ہوگا اور جو ترک کرے یعنی نہ کرے اس پر گناہ بھی نہیں لیجئے یہیں تراویح کے نفس سنت ہونے میں تو کلام نہیں یہاں تو اس کے ہمراہ ایک

دُم علیحدہ ہی لگا رکھی ہے اور وہ لا یجوز ترکہا یہ کس لفظ کے معنی ہیں آپ
کے مجتہد کامل کمال ابن الھمام کے کمال کا تو خیال فرما لیں وہ تو مستحب
ہی کے قائل ہیں یہ تو فرماتے ہیں لا یستلزم ذلک سنۃ اذ سنتہ لمواظبتہ
بنفسہ الا بعذر مراقی الفلاح میں سنت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے
و اما التی لم یواظب علیہا فہی المندوبۃ ابن الہمام نوافل میں لکھتے
ہیں السنۃ لا تثبت الا بنقل من المبین علیہ الصلوٰۃ والسلام
علیہا التقریر والتحبیر میں ابن الھمام اور ان کے تلمیذ شاگرد رشید ابن الحاج
لکھتے ہیں و مالم یواظبہ ای فعلہ مندوب و مستحب و ان لم یفعلہ
بعد ما رغب گریبان میں منہ ڈال کر انصاف سے کہئے کہ ابن الہمام اور جن
لوگوں نے ان کی روش کو سراہا ہے وہ معتمد حنفی ہیں یا نہیں سنت ہونے کے
انکار کی بنا پر آپ ان پر کیا حکم صادر فرماتے ہیں ابن الہمام علامہ سندھی وغیرہ
بلکہ اصولیوں کے ارشادات کی بنا پر تراویح کا درجہ ایک نفل کا ان کے نزدیک
ہے نفل کی تعریف بھی التقریر والتحبیر ابن الحاج سے ملاحظہ ہو و النفل
وہو المشروع زیادۃ علی الفرائض والواجب والسنن لنا لا
علینا یثاب علی فعلہ لانہ عبادۃ و اداء العبادۃ لنیل الثواب
فقط ای ولا یعاقب ولا یعاتب علی ترکہ لعدم الفریضۃ والوجوب
والنیۃ یعنی نفل بھی ایک امر مشروعی ہے فرض اور واجب اور سنتوں سے
جداگانہ ہمارے فائدہ کی بنا پر نہ ہم پر لزوم کی بنا پر اس کے کرنے والے کو اجر
ہے چونکہ یہ عبادت ہی حصول اجر کی بنا پر ہے اور بس لہذا اس کے ترک
سے نہ ہی عتاب ہے اور نہ ہی سزا چونکہ یہ نہ ہی فرض ہے اور نہ واجب اور
نہ ہی سنت غالبا یہی ایک وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے فقہائے حنفیہ
اور اصولیوں میں سے ایک گروہ نے تراویح کو سنت صحابہ کہا ہے سنت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تحقیق شرح حسامی میں ملاحظہ ہو اما التراویح فی
رمضان فانہ سنۃ الصحابۃ رض اذ لم یواظب علیہا رسول اللہ
بل واظب علیہا الصحابۃ تاتارخانیہ میں لکھا ہے السنۃ سنتان سنۃ

الرسول صلعم و سنة اصحابه سنة الرسول ھی الطریقة التی سلکھا رسول اللہ صلعم و سنۃ الصحابۃ ھی الطریقۃ التی سلکھا الصحابہ ؓ و انجبوا علیھا کالتراویح گو بعض احباب نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اصبح قرار دیا ہے مگر وہ محض سینہ زوری سے دوسرے لفظوں میں بے قاعدے جن کا مذہب یہ ہو وہ اہلحدیثوں پر لب کشائی کریں خداوند انصاف نصیب کرے سینہ زوری منہ زوری سے آپ کی مرضی میں جو آوے کہہ لیں مگر قاعدہ کی بنا پر تو آپ ایک حرف بھی نکالنے کا مجاز نہیں رکھ سکتے مولانا نقشبندی صاحب یہ تو بتائیے کہ بقول آپ کے حضور صلعم تو فرمائیں کہ میں نے قیام رمضان تراویح کو تمہارے لئے مسنون کر دیا ص۶ میں آپ کا مذہب تو بانگ دہل للکارتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں صحابہ کی سنت ہے سنت لکم کا انکار ہے یا کیا اس کو کہا جائے مولینا حمزہ نقشبندی صاحب نے حدیث سننت لکم قیامہ سے تہجد اور تراویح میں فرق بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ص۷ میں فرماتے ہیں اسی لفظ سننت ہی سے تو تہجد اور تراویح میں تمامیز اور فرق پیدا ہوتا ہے مولینا سوچیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکم کہا لی کا لفظ تو نہیں فرمایا پہلے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسنون ہونے کا کوئی لفظ بیان کریں پھر لکھیئے کہ یہ دونوں نمازیں الگ ہیں آپ ص۲ میں لکھتے ہیں آئیے ضحیح المذہب حنفیو یہ معلوم کر لیجئے کہ مسلک احناف کے نزدیک تہجد اور تراویح یہ الگ دو نماز ہے۔ آپ ص۱۲ میں یہ دعوی بھی کر رہے ہیں کہ دونوں نمازیں آپ نے دو وقت میں رمضان کے اندر ادا فرمائی ہیں تراویح اول لیل میں پڑھا ہے اس پر ابو ذر رضہ کی روایت حتی ذھب ثلث اللیل پیش کی ہیں آپ کی گلابی اردو کا تو خیال نہیں کرتا ہیں آپ کی ابلہ فریبی دھوکہ دہی کو دیکھکر تعجب کرتا ہوں مولینا پوری حدیث تو بیان کی ہوتی یہ تو ایک رات کا واقعہ ہے دوسری اور تیسری کا بھی اسی حدیث میں حال سن لیں۔ فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت

الثالثة جمع اهله و نساءه و الناس فقام بنا حتی خشینا ان تفوتنا الفلاح قلت و ما الفلاح قال السحور ثم لم یقوبنا بقیة الشهر

یہ حدیث طحاوی اور دوسری کتابوں میں بھی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز تراویح نہیں پڑھائی صرف اخیر کے دنوں میں آپ نے لوگوں کو تین شب باجماعت نماز پڑھائی اول کی رات یعنی تیئیسویں رات کو آپ نے عشا کی نماز کے بعد جیسا کہ محمد بن نصر مروزی کی کتاب میں بالصراحت وارد ہے لوگوں کو تہائی رات تک قیام کرایا پھر چوبیسویں میں قیام نہیں کرایا پچیسویں میں پھر قیام آدھی رات تک یعنی طول قیام کے ساتھ لوگوں کو کرایا پھر چھبیسویں کو قیام نہیں کرایا ستائیسویں کو پھر لوگوں کو قیام سحری تک کرایا صحابہ فرماتے تھے کہ ہمیں ڈر ہو گیا تھا کہ کہیں سحری سے محروم نہ رہ جاویں اس کے بعد رمضان ختم تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام نہیں کرایا لوگ اب اپنی طور پر پڑھتے رہے اس حدیث کی وضاحت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث کرتی ہے کہ جسے امام نسائی نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے ملاحظہ ہو ص۲۳۱ ج۱ انھوں نے فرمایا

قمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شهر رمضان لیلة ثلث و عشرین الی ثلث اللیل الاول ثم قمنا معه لیلة خمس و عشرین الی نصف اللیل ثم قمنا معه لیلة سبع و عشرین حتی ظننا ان لا ندرك الفلاح و کانو ا یسمونه السحور

محمد بن نصر مروزی کی کتاب قیام رمضان ص۸۹ میں اس حدیث میں خفنا وارد ہے ترجمہ پہلے ہی ابن کا ابوذر کی روایت میں کر چکے ہیں اس حدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رات عشا سے لیکر تہائی اول شب تک نماز تراویح پڑھائی دوسری رات میں عشا کے بعد سے آدھی رات تک تیسری رات میں عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق کے قریب تک کہ لوگ صرف سحری کر سکیں۔ اب میں حنفی نقشبندی بنارسی مولانا حمزہ سے خصوصا اور تمامی علمائے حنفیہ سے عموماً خواہ بریلوی ہوں یا دیوبندی دریافت کرتا ہوں

کہ مجھے یہ بتائیں کہ وہ کونسا وقت باقی رہا تھا تیسری رات میں کہ آپ تراویح کے علاوہ تہجد بھی گذار سکتے مولینا حمزہ کے دل میں شاید یہی ایک خطرہ زبر دست ہوا ہوگا جس کی بناء پر حدیث کا پہلا حصّہ بیان کرکے بقیہ کو ترک کر دیا ایسا نہ ہو کہ کہیں الٹی زد آپڑے تھوڑا سا حصہ لکھکر دھوکہ دا بلہ فریبی کا تو کام برابر چل ہی سکتا ہے مولانا شاید یہ سمجھتے ہونگے کہ ہم ایسے اگر واقع ہوئے ہیں تو دنیا بھی ہماری طرح ہوگی۔ اس حدیث سے کئی باتیں واضح ہو رہی ہیں کئی باتوں پر روشنی پڑتی ہے دل کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں ایک تو یہی بات واضح ہو گئی کہ تراویح کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے دوسری بات تہجد کی نماز اکثر نیند حاصل کرنے کے بعد پڑھی جاتی ہے مگر سونا بھی ضروری نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان تراویحوں کے علاوہ کسی نماز کا ذکر وارد نہیں اگر کسی کو معلوم ہو تو وہ روایت باحوالہ پیش کرکے شکریہ کے مستحق بنیں خصوصًا ستائیسویں شب کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری تک ہی پڑھائی تھی لوگوں کو صرف سحری ہی کی مہلت حاصل ہوتی تھی اس حدیث سے اس حدیث کا مطلب بھی بخوبی واضح ہوگیا کہ جسمیں ہے بی بی عائشہ رض سے کہ کان یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ مسلم صـ۳۷۲ ج حدیث ابو ذر غفاری اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی روایت ا نے واضح کر دیا کہ یجتھد سے مراد رکعات کی زیادتی نہیں بلکہ قیام کا طول تھا علامہ سراج احمد شرح ترمذی صـ۱۴۹ اج میں لکھتے ہیں تا آنکہ رفت نیمہ شب شاید کہ بطول و درازی گذاردہ باشد نماز را یعنی آپ نے جو آدھی رات تک نماز پڑھائی اس کا مطلب یہ ہے کہ طول اور درازی کے ساتھ گذاری علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حدیث عائشہ میں ایک سوال پیدا کرکے اس کا جواب خودہی دیتے ہیں باین الفاظ کہ فان قلت ما المراد بالزیادۃ فی العشر الاواخر یحمل علی التطویل دون الزیادۃ فی العدد یعنی عشرہ اواخر میں اجتہاد کے معنی گنتی میں زیادہ کرنے کے نہیں بلکہ دراز کرنے کے ہیں، مولانا حمزہ نقشبندی صـ۹۸ و صـ۱۳ میں زیادتی عبادت باعتبار

رکعتوں کے ذکر فرماتے ہیں وہ غلط ہونے کے علاوہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے بھی خلاف ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک طول قیام شب کی نمازوں میں بہتر ہے کثرت رکعت سے دوسرے ائمہ کثرت رکوع کے قائل ہیں مگر امام ابوحنیفہ طول قیام ہی کے قائل ہیں دیکھو آپ کی ہدایہ شرح وقایہ و دیگر مستند کتابیں لیجیئے طحاوی شریف صہ۱۷۵ جز۱ وممن قال بھذا القول الآخر فی اطالۃ القیام وانہ افضل من کثرۃ الرکوع والسجود محمد بن الحسن وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھم اللہ یعنی کثرت رکوع اور سجود سے طول قیام بہت بہتر ہے اور یہی امام محمد اور ابوحنیفہ وابویوسف رحمہم اللہ کا مذہب ہے مولینا سوچیئے مثل ہے کوا ہنس کی چال چلنے لگا اپنی بھی بھول گیا کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل کو چھوڑ کر دوسرا کام کرتے تھے کیا دیوبندی اور کیا بریلوی سب ہی زیادتی عدد کے ہی راگ الاپتے پھرتے ہیں اور اسے ایک نکتہ کی صورت میں نہایت عمدگی اور خوبی سے بیان فرمایا کرتے ہیں ہمیں اس کا انکار نہیں کہ لوگوں نے رمضان المبارک میں مختلف قسم سے تراویح گذاری ہیں ہمیں تو نفس سنت نبوی سے کام ہے اور آپ کو کثرت رکوع والوں کی ریس نہیں کرنی چاہیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں کوئی تعداد زیادہ نہیں کی۔ آپ جو گیارہ اور دونوں میں پڑھتے تھے وہی گیارہ طول قیام کے ساتھ باہتمام جماعت پڑھائی جن لوگوں نے رمضان میں بیس رکعت پڑھانے کو لکھا تھا اس کی تغلیط اور بیخ کنی بخوبی کردی گئی اور یہ واضح طور پر بتادیا کہ بیس رکعت والی حدیث صحیح حدیث کے خلاف اور اس کے معارض ہے حضرت عمر نے بھی گیارہ ہی کا حکم ابی اور تمیم داری کو کیا تھا بیس کی روایت کسی طرح ثابت نہیں اور حکم خلیفہ ثانی سے بھی بیس رکعت ثابت نہیں وہی گیارہ مع وتر ثابت ہے انسے بھی اگر کوئی روایت ہے تو گیارہ کی اس سے بھی زیادہ ترجیح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کی باتوں کو لینا یہ کونسے اصول کا اصراری گر ہے فتح القدیر وغیرہ میں واضح طور سے وارد ہے کہ صحابی کا قول و فعل حجت ہے بشرطیکہ اس کے معارض مخالف سنت نبوی نہ ہو اس جگہ آپ کے مستند علماء حنفیہ

ہی نے واضح کر دیا کہ بیس کی روایت ہی صحیح نہیں باوجود صحیح نہ ہونے کے معارض و مخالف صحیح بھی ہے پھر مصر بضد ہونا کہو یہ کونسا دھرم ہے انصف فی نفسک یا فتی) مولینا حمزہ صاحب بنارسی آپ نے جن لفظوں کے ساتھ مسلم کا حوالہ دیا ہے کیا آپ ان لفظوں سے صحیح مسلم میں یا مشکوٰۃ میں یا دوسری صحاح کی کتابوں میں یا حدیث کی کتابوں میں بتانے کی ہمت و دلیری کر سکتے ہیں اور منہ کا مانگا انعام لیجیئے حدیث کے الفاظ صد ۳۷۲ میں وہی ہیں کہ جنھیں ہم نے نقل کئے ہیں یہ غلطی اوپر سے چلی آرہی ہے تقلید کے طور پر امام نووی اور جزری تک نے اس روایت کے نقل کرنے میں سخت غلطی کی ہے اصل مسلم ہند اور مصر میں برابر مطبوع اور متداول ہے یہ الفاظ تو مجھے قوی امید ہے کہ کوئی اہل علم بتانے کی جرأت نہیں کر سکیگا مولانا میں آپ کے امام صاحب کی مسند آپ کے لئے پیش کرتا ہوں صد ۲۰۹ ملاحظہ فرمائیں اور اس کے الفاظ کی طرف بھی غور کریں پھر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر زبان کھولیں۔ عن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان نام و قام و اذا دخل العشر الاواخر شد المئزر واحیی اللیل بی بی عائشہ رض فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان داخل ہوتا تو سوتے بھی اور قیام بھی کرتے اور اخیر دہا داخل ہوتا تو تہبند کس لیتے اور شب بیداری فرماتے ملا علی قاری شب بیداری کے لفظ سے کچھ چونکے لہذا آپ فرماتے ہیں۔ ای غالبہ او کلہ والظاہر ھو الاول اذ لم یرو صریحا انہ علیہ الصلوۃ والسلام ترک المنام فی اللیل جمیعہ شب بیداری کا مطلب یہ ہے کہ اکثر رات کا حصہ بیدار رہتے یا کل رات مگر ظاہر تو بات پہلی ہی ہے اس لئے کہ صریح طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام رات میں نیند کا ترک کرنا آیا نہیں ایک روایت طول ارکان نماز کی خصوصًا رمضان شریف ہی کی سن لیں محمد بن نصر مروزی رح و دیگر ائمہ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فافتتح البقرۃ فقلت یرکع عند المائۃ فمضی فقلت یرکع عند المائتین فمضی فقلت یصلی بہا فی رکعۃ فمضی

فافتتح النساء فقرأها ثم افتتح آل عمران فقرأها مترسلا اذا مر بآية فيها تسبيح سبح و اذا مر بآية بالسوال سأل و اذا مر بآية تعوذ تعوذ ثم ركع فقال سبحان ربي العظيم فكان ركوعه نحوا من قيامه ثم رفع راسه فقال سمع الله لمن حمده فكان قيامه قريبا من ركوعه ثم سجد فجعل يقول سبحان ربي الاعلى فكان سجوده قريبا من ركوعه۔ یعنی ابو حذیفہ رض فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شب نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقرہ شروع کردی میں نے سوچا کہ سو آیت پڑھکر رکوع فرمائیں گے مگر نہ کیا آگے نکل گئے پھر میں نے سوچا کہ دو سو آیتیں پڑھکر رکوع فرمائیں گے مگر اس سے بھی آگے بڑھ گئے میں نے سوچا کہ سورۂ پوری کر کے رکوع کریں گے مگر آپ نے تو سورۂ نساء شروع کردی اسے بھی پورا کردیا پھر سورۂ آل عمران شروع کردی اسے بھی پوری کردی آپ نہایت آہستگی سے بانہ تیل پڑھتے تھے جس آیت میں تسبیح پر گذر ہوتا ٹھہر کر خدا کی تسبیح کرتے اور جس آیت میں کچھ مانگنے طلب کرنے سوال کرنے کا ذکر ہوتا تو ٹھہر کر طلب کرتے خدا سے مانگتے اور جس آیت میں عذاب الہی کا ذکر ہوتا تو اس جگہ ٹھہر کر خدا سے پناہ اس عذاب سے طلب کرتے پھر رکوع کرتے رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتے آپ کا رکوع بھی قیام ہی کے قریب ہوتا پھر رکوع سے سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور کھڑے رہتے آپ کا کھڑا رہنا بھی رکوع ہی کے قریب ہوتا پھر سجدہ کرتے سجدہ میں سبحان ربی الاعلی فرماتے آپ کا سجدہ بھی قریب رکوع ہی کے ہوتا یہ حدیث مسلم اور نسائی اور دیگر صحاح کی کتابوں میں موجود ہے ابو داؤد میں سورۂ مائدہ کا بھی ذکر ہے بعض نے سورۂ انعام کا اس کی جگہ بیان کیا ہے نسائی شریف میں ان کا اس نماز کا پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان شریف میں بیان کیا ہے نیز اس حدیث کو علامہ محمد بن نصر مروزی رح نے بھی اپنی کتاب قیام اللیل میں روایت کیا ہے بہ ہے آپ کا رمضان میں بلکہ رمضان کے عشرۂ اواخر کا اجتہاد کیا کسی برادر دینی میں جرأت زیادہ تعداد رکعت

کی صحیح سند سے بیان و بتا سکتے گی ہے ؟ حذیفہ بن یمان رض کی حدیث سے مطلب
و مطلع واضح ہو گیا کہ یجتھد فی رمضان بہ ہے آپ کی عبادت شاقہ
زیادہ عن العادات تعداد رکعات نہیں آپ کی مستند کتاب مواہب اللدنیہ
صہ ۲۴۳ ج ۲ میں ہے ۔ وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم یطیل القراۃ فی
رمضان باللیل اکثر من غیرہ یعنی بیشک آپ رمضان کے قیام کو لمبا
کرتے تھے اور دنوں کے قیام سے پھر حذیفہ رض کی حدیث دلیل ہیں بلکہ کی
علمائے محققین حنفیہ پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ گیارہ سے زائد ثابت نہیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بیس رکعت والی حدیث صحیح کے خلاف
اور معارض ہے، مولٰینا مجھے مکرر کہنے دیجئے کہ آپ نے جو حدیث صہ ۹ میں
بلفظ یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ لکھی ہے اولاً تو یہ
حدیث ان الفاظوں کے ساتھ آئی ہی نہیں ثانیاً آپ کے امام صاحب کے
منقولہ حدیث کے خلاف آپ جیسوں کو تو عبرت حاصل کرنا ہی چاہیئے
گو دوسروں نے بھی اس حدیث کے نقل کرنے میں مساہلت سے کام لیا ہے
آپ نے صہ ۸ میں حدیث اذا دخل رمضان لم یات فراشہ حتی
ینسلخ لکھ کر عوام کو دھوکہ دیا کہ ،، اسی حدیث کے قریب ہم معنی بخاری
صہ ۲۷۱ میں ہے اور قریب المعنی نسائی شریف صہ ۲۴۳ میں جناب والا بخاری
شریف کے الفاظ اذا دخل العشر شد مئزرہ الخ ہے نسائی شریف
میں اسطرح ہے اذا دخلت العشر احی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اللیل و ایقظ اھلہ و شد المئزر آپ کا مقصد اس دھوکہ
دہی سے ثابت نہیں ہوا آپ کا مقصد رمضان بھر عبادت میں زیادتی
ثابت کرتے ہوئے بیس رکعت تراویح پر استدلال کرنا ہی ہے اور یہاں تو
صرف عشرۂ اواخر کا ہی ذکر ہے پورے رمضان شریف کا تو ذکر نہیں اور
ہاں امام صاحب تو روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان
داخل ہوتا تو سوتے بھی اور قیام بھی فرماتے مگر عشرۂ اواخر میں پہلے بستر
لپیٹ اور رات جگا فرماتے ہیں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ کے

امام صاحب کی روایت غلط ہے آپ ایمانداری سے کہئے کیسے صحیح تسلیم کریں گے؟
اگر امام صاحب کی روایت کو صحیح تسلیم فرمائیں گے تو آپ کو اپنی بیان کردہ نزوات
کو حرف غلط کی طرح اپنے سینہ سے مٹانی ہی پڑیگی للہ درالقائل ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
ہوتا ہے جو خراب وہ اپنا ہی گھر نہ ہو

ان مذکورہ بالا باتوں سے مولانا حمزہ بنارسی کا لکھنا صہ۹ میں کہ ،،
اس حدیث سے آپ کی کثرت عبادت ثابت ہے اور رمضان اور غیر رمضان
والی حدیث کے خلاف ہے اور بلاشک وشبہ ہے بھی،، بالکل ان کی بے
علمی پر دال ہے مولانا حمزہ بنارسی کی ایک اور بات سنئے جو دیکھنے کی آنکھ
میں خاک جھونک رہے ہیں۔ آپ صہ۱۳ میں فرماتے ہیں اگر یہ (رمضان و
غیر رمضان) والی حدیث قیام رمضان کے لئے مخصوص ہوتی تو امام بخاری رح
قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ کے باب میں تحریر نہ
فرماتے بلکہ لفظ وغیرہ نکال دیتے لفظ غیر سے تراویح کی خصوصیت جاتی
رہی الخ مولانا آپ کی اس سادہ لوحی پر کون نہ روئے آپ پہلے حضرت مولانا
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب شرح تراجم بخاری کو ملاحظہ فرمالیں اگر
آپ کی سمجھ میں نہیں آیا تھا یا آتا تھا تو شرح تراجم کی امداد حاصل کر لیتے
یہ اگرچہ حیدرآباد میں جداگانہ عرصہ ہوا چھپ چکی تھی مگر نور محمد اصح المطابع
نے تو بخاری کے ہمراہ ہی طبع کردی ہے باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم
باللیل فی رمضان کے تحت لکھتے ہیں یعنی ان قیامہ علیہ السلام
فی رمضان وغیرہ کان سواء ولم یکن فی رمضان زیادة
اس باب کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان اور غیر رمضان
میں قیام یکساں تھا رمضان میں کوئی زیادہ نہیں تھا حافظ ابن حجر عسقلانی
لکھتے ہیں۔ فی الحدیث دلالة ان صلوته کانت متساویة فی
جمیع السنة یعنی اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نماز سال
بھر میں یکساں رہتی تھی کسی ماہ میں کم کسی میں زیادہ نہیں ہوتی تھی ان کو بھی

اگر نظر انداز کیا جاوے تو آپ کے بڑے بڑے عظیم القدر محققین فقہا حنفیہ نے حدیث ابن عباس کا اسے معارض ہی کیوں ٹھہرایا اور یہ کیوں کہدیا کہ لو یصلی عشرین بل ثمانیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعتیں نہیں پڑھی تھیں بلکہ آٹھ ہی پڑھی تھیں کیا یہ لوگ آپ کے نزدیک سادہ لوح نا بلد بے سمجھ ہی تھے مولینا آپ اور حدیث میں دور کا بھی واسطہ نہیں آپکو آپ کی نمبر وار حدیثوں میں کہ جنھیں آپ نے صد ۱۲ میں ذکر کی ہیں ان سے تعارض اور مخالفت نظر آتی ہے مگر آپ کے بڑے بڑے فقہا کو ان حدیثوں کا تو تعارض تو کیا اس کا خیال تک نہیں دل پر گذرا بریلوی حضرات اور دیوبندی حضرات کو اب ان میں تعارض نظر آیا ہے جب کسی طرف سے راستہ نہیں ملتا تو یہ ایک اپنے بچاؤ کی اچھی صورت پیدا کرلی سچ ہے الغریق یتشبث بالحشیش نہ سنئے اور دل کی آنکھیں کھولکر سر دردلی سے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بغور پڑھیئے فتح القدیر شرح ہدایہ صد ۱۹۶ ج ا ہاتھ میں لیجئے پھر دیکھئے کیا اس میں لکھ رہے ہیں صاحب ہدایہ نے لکھا تھا۔ قال ابی حنیفہ ان صلی ثمان رکعات بتسلیمہ جاز یعنی امام کے نزدیک آٹھ رکعتیں اگر ایک ہی سلام سے پڑھی جادیں تو درست ہے ابن الہمام فرماتے ہیں۔ ثم ظاھر کلامہ (ای الامام السرخسی) فی المبسوط ان منتہی تھجدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ثمان رکعات و اقلہ خمس رکعات فانہ قد روی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یصلی من اللیل خمس رکعات سبع رکعات تسع رکعات احدی عشر رکعات ثلث عشرۃ رکعۃ فالذی قال خمس رکعات رکعتان صلوۃ اللیل و ثلث وتر والذی قال سبع رکعات اربع صلوٰۃ اللیل و ثلث وتر والذی قال تسع ست و ثلث والذی قال احدی عشرۃ ثمان و ثلث والذی قال ثلث عشرۃ ثمان صلوۃ اللیل و ثلث وتر و رکعتان سنۃ الفجر وکان علیہ السلام یفعل ذلک کلہ بتسلیمہ واحدۃ ثم فصلہ ھکذا قال حماد بن سلمہ ھ واما

ماعينه من منتهاه فموافق لحديث عائشة في الكتب الستة قالت كانت صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر ركعات ويوتر بسجدة ويركع ركعتي الفجر فتلك عشرة ركعة یعنی امام سرخسی کے کلام کا بظاہر یہی مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی انتہا آٹھ رکعتیں ہیں اور کم از کم پانچ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نمازوں میں پانچ۔ سات۔ نو۔ گیارہ۔ اور تیرہ رکعتیں وارد ہوا ہے جسمیں پانچ کا ذکر ہے اس میں تہجد دو اور وتر تین اور جسمیں سات ہے اس میں چار تہجد اور تین وتر اور جس میں نو کا ذکر ہے اس میں چھ تہجد اور تین وتر اور جس میں گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے اس میں آٹھ تہجد اور تین وتر اور جس میں تیرہ ہے اس میں آٹھ تہجد تین وتر اور دو صبح کی سنتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سلام سے ان کو پڑھتے حماد بن سلمہ نے بھی اسیطرح تفصیل کی ہے کمال ابن الھمام اس پر اسطرح ریویوز فرماتے ہیں کہ یہ جو امام سرخسی رح نے آٹھ تہجد کی انتہا لکھی ہے سو یہ صحاح کی بی بی عائشہ کی اس حدیث کے موافق ہے کہ جسمیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس رکعتیں پڑھ کر ایک رکعت وتر اور دو صبح کی رکعتیں پڑھتے یہ ہیں تیرہ رکعتیں یہی مضمون کبیری شرح منیۃ المصلی ص۳۷۵ میں بھی ہے اب قدرے طحاوی شریف ص۱۱۶ کا بھی معائنہ فرمالیں کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بی بی عائشہؓ سے دریافت کیا۔ صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل سے فقالت کانت صلوته في رمضان وغيره ثلث عشرة ركعة منها ركعتي الفجر فقد وافق هذا الحديث ايضا مارويناه قبله من حديث ابى سلمة ثنا يونس الى كيف كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم في رمضان فقالت ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على احد عشرة ركعة وساق الحديث۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے جواب میں کہا آپکی نماز رمضان اور علاوہ رمضان تیرہ رکعتیں ہوتی تھیں ان میں صبح کی دو رکعتیں بھی ہیں یہ حدیث اس حدیث کے بھی موافق ہے کہ جسمیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان

علاوہ رمضان گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے یہ تو ہیں امام طحاوی انھیں باوجود وسعت نظری کے ان حدیثوں میں تعارض نظر نہیں آیا تیرہ اور گیارہ میں کس خوبی سے تطبیق دی ہے، مولانا حمزہ آپ اپنے رسالہ صٹ کے مضمون ،، ماکان یزید الخ کے سامنے کیا تطبیق ہوگی ،، تو مکرر بنظر غائر دیکھیں اور اپنی علمی لیاقت پر چار آنسو بہائیں اور آئندہ زبان درازی سے توبہ کرلیں! امام طحاوی رح نے اور بھی وجوہات تطبیق تحریر کی ہے جو اس کے خلاف نہیں اس جگہ اپنے امام ابوحنیفہ رح کی بھی ایک روایت مزید تسلی و تشفی کے لئے کتاب الحج صفحہ ۵۵ امام محمد اور کتاب الآثار صفحہ ۲۳ میں اور مسند خوارزمی اور مسند امام اعظم مع شرح ملا علی قاری صفحہ ۱۰۷ میں ملاحظہ فرمائیں عن ابی جعفر ان صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل ثلث عشرۃ رکعات الوتر و رکعتا الفجر کسی نے بہت صحیح کہا ہے ؎

ان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ　　وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

مولانا بہاری صاحب اپنے رسالہ صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں ،، یہ تو فرمائیے کہ جب حضرت عائشہ رضہ سے مختلف روایتیں مروی ہیں تو آٹھ رکعت پر ان کی نظر کیوں محدود ہوگئی ،، میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ امام سرخسی اور امام طحاوی اور کمال ابن الھمام وغیرہ سے بھی یہ سوال آپنے کبھی کرنے کا سوچا تھا اگر کسی اہلحدیث نے یہ بات لکھی یا کہی تو کونسا جرم کیا سچ ہے ؎

ہم الزام ان کو دیتے تھے　　قصور اپنا ہی نکل آیا

نقشبندی و بہاری صاحبان گریبان میں منہ ڈالکر اب گستاخی فرمائیں مولانا بہاری و دیگر اصحاب کا کہنا کہ آٹھ رکعت تراویح کے ثبوت میں پیش کرنا انتہائی کوتاہ فہمی کی دلیل ہے ،، انھیں چاہیئے کہ ملا علی قاری اور محقق ابن الھمام وغیرہ احناف کے بزرگوں کو اپنے قدموں کے تلے روندیں ان کی حماقت یا کوتاہ فہمی کا مظاہرہ کریں پھر اپنے مولانا انور شاہ کشمیری کو کہ جنہوں نے عرف الشذی میں لکھا ہے ولا مناص من تسلیم ان تراویحہ علیہ السلام کانت ثمانیہ رکعات اور فرمایا واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصح عنہ ثمان رکعات مولانا قاسم نانوتوی بانی طریقہ دیوبندیہ فیوض قاسمیہ صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں یازدہ از فعل سرور صلی اللہ علیہ وسلم

کرآنکہ از لسبت است حضرت مولٰنا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مصفی شرح فارسی موطا صفحہ ۱۷۴ میں فرماتے ہیں باب القیام باحدی عشرۃ رکعۃ مع طول القراۃ در بیان شب خیزی رمضان بیازدہ رکعت با درازی قراۃ، اس باب میں سب سے پہلے تو بی بی عائشہ صدیقہ رض کی حدیث بیان کی ہے استدلال میں پھر حضرت عمر کا ابی اور تمیم داری کو گیارہ رکعتوں کے پڑھانے کا ارشاد و محمد بن یوسف کی حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی حضرت مولانا عبد الحق محدث دہلوی کہ جنکی ذات باعث وسلیب ہند میں احادیث نبویہ کے آنے کی بنی تھی اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں،، این ہر دو صحابی برائے مردم در بیان بیازدہ رکعت چنانکہ آنحضرت ص نیز بیازدہ رکعت کہ عادت وے بود در تہجد قیام نمود۔ علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں رقمطراز ہیں کہ تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت کفایہ ہے اس کی دلیل و علت بایں اسلوب فرماتے ہیں لما ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالجماعۃ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر علی سبیل التداعی مولانا شیخ عبد الحق محدث دہلوی موصوف اپنی فارسی شرح مشکوۃ موسوم لمعات میں فرماتے ہیں۔ صحیح آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گذارد وہماں نماز تہجد وے بود کہ یازدہ رکعت باشد حضرت مولانا عبد الحق محدث دہلوی کے ارشاد گرامی سے یہ بات بھی ظاہر اور واضح ہو گئی کہ آپنے تہجد علحدہ نہیں پڑھی تھی بلکہ وہی تہجد اور وہی تراویح تھی اسی کو صحیح فرما رہے ہیں مولانا محمد قاسم نانوتوی حنفی فیوض قاسمیہ صفحہ ۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں،، بر اہل علم پوشیدہ نیست کہ قیام رمضان قیام لیل فی الواقع یک نماز است کہ در رمضان برائے تیسیر مسلمین در اول شب مقرر کردہ شدہ وہنوز در ادائش آخر شب است صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں تہجد رمضان کہ تراویح است بدلیل قولی سنت موکدہ خواہد ماند مولانا محمود حسن حنفی دیوبندی ترمذی کی تقریر صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں و نعترف باداء صلوۃ التہجد بالتراویح فانہ کما نوی صلوۃ الضحی فی ضمن العید ولا یقال باتحادھما، کما تودی صلوۃ تحیۃ المسجد برکعتی الوضوء و بالعکس فکذا ھذا تراویح سے تہجد برابر ادا ہو جاتی ہے ہمیں اس کا اقرار ہے جیسا کہ عید کے

ضمن صلوٰۃ الضحیٰ ادا ہو جاتی ہے۔ کوئی ان دونوں کو ایک نہیں کہتا نیز مولانا انور کشمیری بخاری کی شرح فیض الباری صـ۴۲۰ جـ۲ میں لکھتے ہیں۔ قال عامۃ العلماء ان التراویح و صلوٰۃ اللیل نوعان مختلفان و المختار عندی انہما واحد وان اختلفت صفتاھما، بہاری صاحب اب ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ان حضرات کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے بہاری اور مولانا حمزہ نقشبندی بنارسی دونوں ہی نے رٹ لگا رکھی ہے کہ تہجد اور ہے اور تراویح اور ہے۔ یہ دو نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں اس کا کوئی انکاری بھی تو نہیں اور یہ کس نے کہا ہے کہ تراویح تہجد ہی ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی یا ہمارا و ہماری جماعت اہلحدیث کا یہ دعویٰ بھی نہیں ہے کہ تراویح اور تہجد ایک ہی ہے آپ کے حنفیوں نے تو کہہ بھی دیا ہے۔ ہم لوگوں نے یہ کہاں کہا ہے کہ سوائے رمضان کے جو تہجد پڑھے اسے بھی ہم تراویح کہتے ہیں ہماری جماعت اہلحدیث کا کہنا یہ ضرور ہے کہ رمضان شریف میں قیام خواہ اول رات ہو یا وسط رات میں یا اخیر رات میں ان سب کو قیام رمضان جسے تراویح کہا جاتا ہے کہتے ہیں عشا کے بعد سے طلوع فجر تک خواہ نیند لیکر پڑھی جاوے یا بلا نیند لئے پڑھی جاوے قیام رمضان کا مقصد حاصل ہے ملاحظہ ہو درمختار میں ہے۔ و وقتہا بعد صلوٰۃ العشاء الاٰخرۃ الی الفجر قبل الوتر و بعدہ فی الاصح یعنی تراویح کا وقت عشا سے طلوع فجر تک ہے اصح مذہب میں) ہدایہ میں ہے الاصح ان وقتہا بعد العشاء الیٰ آخر اللیل قبل الوتر و بعدہ لانہا نوافل سنت بعد العشاء (یعنی اصح مذہب میں اسکا وقت عشا کے بعد سے اخیر رات تک ہے خواہ وتر سے پہلے پڑھیں خواہ وتر کے بعد چونکہ یہ رات کی نفلیں مقرر ہوئی ہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے و اتفقوا فی ادائہا بعد النصف) یعنی سب فقہا حنفیہ نے نصف اخیر میں ادا کرنے کے جواز پر اتفاق کیا ہے۔ شامی میں ہے انہا وان کانت تبعا للعشاء لکنہا صلوٰۃ اللیل و الافضل فیہا آخرہ۔ یعنی تراویح اگرچہ عشا کے تابع ہے ولیکن اس کا ادا کرنا اخیر رات میں ہی زیادہ افضل ہے چونکہ یہ تراویح رات ہی کی نماز ہے۔ علامہ قاسم نے لکھا ہے لانہا قیام اللیل چونکہ یہ تراویح قیام اللیل ہی تو ہے فتاویٰ قاضی خاں میں ہو لانہا سمیت قیام اللیل چونکہ یہ تراویح بھی قیام اللیل ہی سے موسوم ہے) مولانا حمزہ بنارسی صاحب صـ۴۲ میں لکھتے ہیں، "جسطرح سے تہجد اور تراویح الگ الگ دو نماز یں ہیں

اسی طرح سے ان دو نمازوں کے لئے الگ الگ دو وقت بھی ہیں تہجد کے لئے اخیر رات کا اور تراویح کے لئے شروع رات کا وقت ہے،، کیا یہ ان کی اپنے مذہب کی ناواقفی کی صریح اور صاف دلیل نہیں؟ تراویح کا اول رات میں ہونا ہی آپ کے یہاں ضروری اور لازمی نہیں حضرت عمر فاروق رض نے باوجود لوگوں کو ایک امام پر جمع ضرور کیا تھا مگر آپ بذات خود اخیر رات میں پڑھتے جس حدیث میں حضرت عمر کا لوگوں کو ایک امام پر مجتمع کرنا وارد ہے اسی حدیث کے الفاظوں میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں کہ،، ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم یعنی عبد الرحمٰن القاری کہتے ہیں کہ ایک امام پر جمع کر دینے کے بعد ہم دونوں ایک شب مسجد کی طرف نکلے تو لوگوں کو اپنے امام کے ہمراہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری صـ۲۱۹ ج۴ میں فرماتے ہیں،، فيه اشعار بان عمر كان لا يرى الحب على الصلوة معهم كانه يرى الصلاة في بيته ولا سيما في آخر الليل افضل یعنی اس حدیث سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضرت عمر رض پبلک کے ہمراہ تراویح پر مواظبت نہیں فرماتے تھے بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھر میں پڑھنے کو خصوصاً پچھلی شب کو زیادہ افضل سمجھتے تھے حدیث کے آخری حصہ والتي ينامون عنها افضل من التي يقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون اوله خلاصہ ترجمہ حضرت مولینا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے مصفیٰ صـ۱۷۳ میں اسطرح فرمایا ہے کہ،، یعنی نماز آخر شب بہتر است و مردمان می ایستادند اول شب یعنی آخر شب کی نماز بہتر ہے ہمارے آدمی اول شب میں پڑھتے ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں،، هذا تصريح منه بان الصلوة في آخر الليل افضل من اوله یعنی اس روایت میں صریح بیان حضرت عمر کا ہے کہ نماز تراویح اخیر شب میں ہی بہتر ہے مولانا عبد الحئی لکھنوی تعلیق الممجد صـ۱۱۱ میں لکھتے ہیں يقومون کے تحت اى في الابتداء ثم جعله عمر في آخر الليل یعنی لوگ اول شب میں پڑھتے تھے اس کا مقصد یہ ہے کہ شروع شروع میں جب کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع اکٹھا کر دیا تھا اول شب میں ادا کرتے تھے پھر حضرت عمر نے اس تراویح کو اخیر رات میں کر دیا اوجز المسالک صـ۲۹۳ ج۱ میں مولینا زکریا کاندھلوی حنفی نے ایک روایت ابن ابی شیبہ سے سائب بن یزید کی حضرت عمر نے اسطرح بیان کی ہے کہ انکم تدعون افضل الليل آخره حضرت عمر اول شب میں پڑھنے

والوں سے فرماتے کہ تم نے رات کا بہتر اخیر حصہ چھوڑ رکھا ہے قیام رمضان میں امام محمد بن نصر مروزی لکھتے ہیں قال اللیث مابلغنا ان عمر و عثمان کانا یقومان فی رمضان مع الناس فی المسجد امام لیث بن سعد فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچی کہ حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض یہ دونوں لوگوں کے ہمراہ مسجد میں تراویح پڑھتے تھے۔ ہیں اپنے حنفی برادروں سے اب کیا یہ دریافت کرنے کا حق رکھ سکتا ہوں کہ عمر فاروق رض جب اخیر شب میں تراویح ادا فرماتے تھے تو تہجد کب پڑھتے تھے ہمارا ایک سوال آپ صاحبوں سے ہے جیسے پہلے بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر دن میں جو تراویح ادا فرمائی تھی سحری کے وقت تو آپ نے اس رات تہجد پڑھی تھی یا چھوڑ دی تھی اس رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کوئی وقت ہی نہیں دستیاب ہوا تھا کہ آپ تہجد کی اقل رکعتیں بھی گذار سکتے کیا تراویح تہجد کی ناسخ ہوئی یا برعکس اور پھر آپ اپنے سینہ اور گریبان کی طرف منہ جھکا کر دوبارہ کہئے،، صــ۲ لہذا صحیح المذہب حنفیو یہ معلوم کر لیجئو کہ مسلک احناف کے نزدیک تہجد اور تراویح یہ الگ الگ دو نمازیں ہے رمضان شریف میں دونوں نماز پڑھی گئی ہے۔ (گلابی اردو کی صحت کیجئے اور رونا دیئے اور اپنے رسالے کے صــ۱۵ میں جو ترجمہ بخاری کی حدیث کا ان لفظوں میں کیا ہے،، یعنی جس نماز تہجد سے تم لوگ سو رہتے ہو وہ نماز افضل ہے جسے تم لوگ پڑھ رہے ہو یعنی تراویح حضرت عمر کے قول سے اور بھی زیادہ وضاحت ہو گئی کہ تراویح پڑھی جاوے اور ترک تہجد کیا جاوے یہ کام اچھا نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رض تراویح اور تہجد دونوں ادا فرماتے تھے اپنی جہالت اور بے علمی کا ثمرہ تصور فرمائے اور اس ہستی کے فرمان سے پناہ لیں اور عبرت حاصل کریں کہ جس کی ذات اس مسئلہ میں احادیث کا سبب بنی ہے وہ اس حدیث کا ترجمہ اپنی فارسی شرح مشکوۃ میں فرماتے ہوئے فرماتے ہیں میخواہد عمر رض آخر شب یعنی گذاردن آن آخر شب فاضلتر است ازاں نماز کہ قیام میکنند یعنی اول لیل اشارتست بافضیلت قیام تراویح در آخر شب بجہت فضل وقت و زیادہ مشقت کذا قال الطیبی درین معنی اظہر است و وافق است بقول وے کہ یرید آخر اللیل ھ یعنی حضرت عمر رض کا مقصد اور آپ کی غرض یہ ہے کہ تراویح کا وقت اخیر رات میں زیادہ بہتر ہے

اس تراویح سے جو کہ اول شب میں پڑھی جا رہی ہے اس میں تراویح کے آخر شب میں
پڑھنے کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے وقت کی فضیلت اور مشقت کے زیادہ
ہونے کی بنا پر طیبی شارح مشکوٰۃ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور یہی حضرت کے ارشاد
کے ساتھ بھی زیادہ موافق ہے یہ ہے اس ہستی کا بیان کیا ہوا مطلب اور اب آپ ہی
کہیے اپنی لاعلمی کا علاج کرائیے اور کاٹھ کی تلوار لیکر مسلح فوجوں کا مقابلہ نہ کیجئے
آپ کو انھیں غلط فہمیوں نے اور بھی مقامات میں ٹھوکریں کھلائی ہیں، آپ ص ۱۴
میں یہ جو فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے قول و فعل سے رمضان میں دونوں نماز ثابت
ہیں یعنی اول رات میں تراویح اور بعدہ تہجد اس پر آپ نے ابو ذر کی روایت بلفظ
زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان و امسی عندنا و افطر ثم قام بنا
تلک اللیلة و اوتر بنا ثم انحدر الی مسجده فصلی باصحابه پیش کی اور
فرماتے ہیں اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ طلق بن علی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل
کے موافق اول وقت میں تراویح ادا کی پھر بعد میں اپنی مسجد جاکر تہجد ادا کیا ایک شب
میں تراویح اور تہجد دونوں ثابت ہو گئی۔ یہ بھی آپ کی بے علمی ہی کا ثمرہ ہے اس حدیث
میں تہجد کے معنی کس لفظ کے آپ نے کیئے علامہ سندھی حنفی نسائی شریف کے حاشیہ
میں اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمائیں فصلی باصحابہ
یعنی انھوں نے نماز پڑھائی اپنے آدمیوں کو فرماتے ہیں الظاهر انه صلی بهم الفرض
والنفل جمیعا فیکون اقتداء القوم به فی الفرض من اقتداء المفترض
النفل ظاہر حدیث کا تو بتا رہا ہے کہ اس نے اپنے آدمیوں کو فرض اور نفل بھی جاکر
اپنی مسجد میں پڑھائیں اس صورت میں قوم نے ان کی فرض میں بھی اقتدا کی اس سے
یہ بات واضح ہوئی کہ اقتدا فرض والوں کی نفل والے کے ہمراہ درست ہے میں مولانا
حمزہ نقشبندی سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ کے مذہب میں فرض والوں کی اقتدا
نفل والے کے پیچھے درست ہے؟ حدیث کے الفاظ تو یہی ہیں کہ افطار ہمارے یہاں
کیا اور اس رات کا قیام یعنی تراویح ہم کو پڑھائی اور وتر بھی پڑھ لیا پھر اپنی مسجد
کی طرف گئے وہاں والوں کو نماز پڑھائی جب صرف وتر باقی رہ گیا تو دوسرے آدمی
کو وتر کے لئے آگے کر دیا کہنے لگے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہوئے

سنا ہے کہ ایک رات میں دو وتر درست نہیں سن لیا صاحب کسی نے بہت ہی
مدہ کہا ہے ؎ اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
ہوتا ہے جو خراب وہ اپنا ہی گھر نہ ہو

مثل ہے گئے تھے روزے معاف کرانے تو نماز بھی گلے پڑ گئی بس آج سے اپنے مذہب
خیرباد کہہ دیجئے آپ نے چونکہ حدیث سے استدلال کیا ہے صحیح سمجھتے ہوئے ہی تو استدلال
کیا ہوگا لہٰذا اس حدیث میں اب آپ کو بہانہ نکالنے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں
ہی آپ کی بیان کردہ حدیث میں طلق بن علی کا دونوں ہی جگہ نماز اور تراویح پڑھنا
مذکور ہے یہی علامہ سندھی صاحب کی بھی تحقیق ہے لفظ قام بنا اور صلی بنا صریح
عبارت ہی پر دال ہیں حرف باء متعدی کیلئے ہے اس نے لازم کو متعدی بنا دیا
طحاوی حاشیہ مراقی الفلاح مطبوعہ مصر ص۲۲۹ میں ہے مرغینانی سے وکرہ
ان یؤم فی التراویح مرتین فی لیلة واحدة وعلیه الفتوی لان السنة
لم تتکرر فی الوقت الواحد ایک رات میں دو دفعہ تراویح امام ہو کر پڑھانا
درست نہیں اس پر فتوی ہے اسلئے کہ سنت وقتیہ مکرر نہیں ہوا کرتی مولانا حمزہ
کی کا حدیث طلق بن علی سے استدلال کرنا قابل تعریف ہے اسی کا نام حبک الشیٔ
یعمی ویصم کسی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ کوا ہنس کی چال چلنے لگا اپنی بھی بھول گیا۔
مولانا حمزہ نے ص۱۶ میں یہ فرمایا ع۳ قرون ثلثہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خیر القرون فرمایا ہے ان زمانوں میں بیس ہی رکعت تراویح پڑھی گئی ہے مولانا عینی
حنیف کو تو خوب اچھی طرح پہچانتے ہیں ہم ان کی ہی تحریر آپ کے سامنے پیش کرتے
ہیں اور پھر سرد دلی سے کلیجہ پر ہاتھ رکھکر انصاف سے فرمائیے کہ کیا واقعی قرون صحیح
میں بیس ہی رکعت تراویح پڑھی گئی ہے سنئے علامہ عینی عمدة القاری شرح صحیح
بخاری شریف میں فرماتے ہیں قیل ست وثلاثون وھو الذی علیه عمل اھل
المدینة وروی ابن وھب سمعت عبد اللّٰہ بن عمر عن نافع قال
ادرکت الناس الا وھم یصلون تسعا وثلثین رکعة ویوترون
منھا بثلث یعنی تراویح میں کئی اقوال ہیں (۱) ۳۹ کا ہے یہ وہی ہے کہ جس پر
مدینہ والوں کا عمل ہے نافع تابعی کہتے ہیں میں نے لوگوں کو وتر سمیت انتالیس

پڑھتے ہوئے پایا یہ تو علینی میں ہے۔ محمد بن نصر مروزی کی قیام رمضان اب ملاحظہ ہو ابن ام ایمن امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ استحب ان یقوم الناس فی رمضان بثمان و ثلثین رکعۃ ثم یسلم الامام و الناس ثم یوتر بواحدۃ و ھذا العمل بالمدینۃ قبل الحرۃ منذ بضع و مائۃ سنۃ الی الیوم امام مالک فرماتے ہیں میں لوگوں کے لیئے ۳۸ رکعت تراویح کو رمضان میں پسند کرتا ہوں امام پھر سلام پھرائے لوگوں کے ہمراہ اور ایک وتر انھیں پڑھائے یعنی امام مالک فرماتے ہیں ہمارے نزدیک حرہ کی لڑائی کے پہلے سے جیسے سو برس سے اوپر زمانہ ہو رہا ہے برابر لوگ ۳۹ پڑھتے آئے ہیں امام شافعی رح سے لکھتے ہیں رایت الناس یقومون بالمدینۃ بتسع و ثلثین رکعۃ یعنی میں نے لوگوں کو مدینہ میں دیکھا وہ ۳۹ رکعتیں تراویح پڑھتے تھے داؤد بن قیس سے مروی ہے یہ کہتے ہیں ادرکت المدینۃ فی زمان ابان بن عثمان و عمر بن عبد العزیز یصلون ستۃ و ثلثین رکعۃ و یوترون بثلث میں نے مدینہ میں ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں ۳۶ اور تین وتر پڑھتے ہوئے پایا دیکھو قیام رمضان محمد بن نصر ص ۹۱ اسی صفحہ میں ملاحظہ ہو وھب بن کیسان کہتے ہیں مازال الناس یقومون بست و ثلثین رکعۃ و یوترون بثلث ہمیشہ سے لوگ تراویح پڑھتے آئے ۳۶ اور تین وتر کے ساتھ مولینا آپ کی وہ ہستی کہ جو ہند میں احادیث نبویہ کے آنے کی سبب ہوئی ہے اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ کے ص ۸۸ میں فرماتے ہیں قال مالک و یروی عن الشافعی ایضا انھا ست و ثلثون او تسع و ثلثون مع الوتر و ھو عمل اھل المدینۃ خاصۃ یعنی امام مالک کہتے ہیں اور امام شافعی سے بھی مروی ہے کہ ۳۶ یا ۳۹ مع وتر تراویح ہے اور یہ عمل مدینہ والوں کا ہے خاص کر و کذا یروی ذلک عن عمر و علی یہ حضرت عمر رضہ و علی رضہ سے بھی مروی ہے حنفیہ کی مشہور کتاب مطالب المومنین میں مرقوم ہے منقول ہے و عند مالک مقدرۃ بست و ثلثین رکعۃ اتباعا لعمر یعنی امام مالک کے نزدیک تراویح ۳۶ ہے عمر رض کی اتباع کرتے ہوئے فتاوی قاضی خاں فی بیان مقدار التراویح میں ہے قال مالک یصلی ستا و ثلثین رکعۃ سوی الوتر لما روی عن عمر و علی انھما کانا یصلیان بست و ثلثین امام مالک نے فرمایا ۳۶ رکعت پڑھنی چاہیئے علاوہ وتر کے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضہ اور حضرت علی رضہ دونوں

۳۶ پڑھتے تھے۔ محمد بن نصر مروزی اپنی کتاب قیام رمضان صـ۳-۲-۹ میں فرماتے ہیں۔ امر عمر بن عبد العزیز القرأة فی رمضان ان یقوموا بست و ثلثین رکعة و یوترو بثلث یعنی عمر بن عبد العزیز پانچویں خلیفہ راشدؓ نے حافظوں کو رمضان میں حکم دیا کہ لوگوں کو ۳۶ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کریں اسی کتاب کے صـ۹۲ میں حسن بصری سے مروی ہے ان عمر بن الخطاب امر ابیا فامهم فی رمضان و فیه ۱۸ و یصلی بهم ثمانیة عشر شفعا یسلم بین کل رکعتین و یروحهم قدر ما یتوضأ المتوضی و یقضی حاجته یعنی حضرت عمرؓ نے ابی کو رمضان میں امامت کا حکم دیا ابیؓ اٹھارہ جفت (جوڑا) نماز انھیں پڑھاتے تھے یعنی ۳۶ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر اتنی دیر تک راحت لیتے کہ وضو کرنیوالا وضو سے فراغت کر لیتا اور قضائے حاجت والا اپنی حاجت پوری کر لیتا علامہ عینی نے اپنی شرح بخاری میں ۴۳-۲۸-۲۴-۴۱ وغیرہ کے اقوال کو بھی تابعیوں سے بیان کیا ہے اب مجھے یہ بتائیے کہ یہ تراویح کی تعداد خیر القرون کے زمانہ کی ہیں یا اور کسی زمانہ کی ہے حضرت علی حضرت عمر حضرت عمر بن عبد العزیز جیسی ہستیوں سے بھی تو ۳۶ ـ ۲۰ رکعتیں آپکی بھی مستند کتابوں سے ثابت ہو گئی ہیں معلوم ہوا کہ آپ کا صـ۱۶ میں لکھنا کہ قرون ثلثہ میں بھی ۲۰ ہی رکعت تراویح پڑھی گئی، آپ کی لاعلمی کا بین ثبوت ہے اور آپ کا اسی صفحہ میں ابن حجر مکی سے بیس ہی رکعت ہونے پر اجماع صحابہ نقل کرنا اور اجماع صحابہ کا دعوی کرنا اور آپ کا صـ۱۹ پر لکھنا کہ صحابہ کرام کا یہی اتفاق اور اجماع ہوا کہ آنحضرت صلعم نے تراویح کی بیس رکعتیں پڑھی ہیں اور بس اور صـ۱۸ میں لکھنا چونکہ خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام کا عمل نماز تراویح کی بیس رکعت پر تھا محض لغو اور جہالت کا ثمرہ ہے، مولنا برا نہ مانیں آپ ہی اس میں متفرد نہیں آپ کے مذہبی بڑے بڑے مدعی علم بھی اس مرض میں مبتلا ہیں سب ہی الا ماشاء اللہ تراویح کے بیس رکعت ہونے پر اجماع صحابہ کا دعوی کرتے پھرتے ہیں اگر کسی نے زیادہ زور لگایا تو خلفاء راشدین کا ہی بیس پر مواظبت لکھ مارا مگر بعض حنفیہ کے محققین کو اس بات کی کچھ کمزوری محسوس ہوئی جیسے ابن الھمام و حلبی وغیرہ تو انھوں نے لکھ دیا و فیہ تعتنیب اذ لم یرد کل الخلفاء الراشدین لان الظاهر المنقول انه مبدأها من زمن عمر یعنی جن ہمارے فقہا نے خلفاء راشدین کا

مواظبت کرنا لکھدیا ہے وہ اغلبیت کی بنا پر ہے چونکہ ظاہر روایتیں جو منقول ہیں ان سے تو واضح یہی ہے کہ اس تراویح کی ابتداء حضرت عمر رضہ ہی کے زمانہ سے ہے مراقی الفلاح میں امام ابو حنیفہ سے ابو یوسف کا سوال اور جواب بھی واضح کر رہا ہے کہ نفس تراویح ہی کو امام صاحب نے سنت بتایا ہے بیس کا نام و نشان بھی نہیں اس لئے صاحب مجالس الابرار و دیگر فقہاء حنفیہ نے نفس تراویح ہی کو مسنون قرار دیا ہے اعداد کو نہیں البتہ مواظبت کا ایک مسئلہ علیحدہ رہا آیا تمام خلفاء راشدین نے مواظبت تراویح پر کی یا نہیں جب انکی ابتداء اس کا اہتمام حضرت عمر رضہ ہی سے ہوا تو چاروں خلیفوں کا نام لینا صحیح نہیں طحطاوی کا حاشیہ مراقی الفلاح میں اور دیگر اکابرین حنفیہ کا یہ لکھنا کہ انما ثبت العشرون بمواظبة الخلفاء الراشدین ماعدا الصدیق یعنی بیس تراویح علاوہ ابو بکر صدیق رضہ کے تمام خلفاء راشدین کی مواظبت سے ثابت ہے اس کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہے آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی دونوں ہی چھتیس ۳۶ رکعتیں پڑھتے تھے جیسا کہ حنفیہ کی مستند کتاب فتاوی قاضی خان اور فتاوی محیط میں ہے محمد بن نصر مروزی کی کتاب سے بروایت حسن بصری حضرت عمر کا ابی کو چھتیس ۳۶ کا حکم کرنا پڑھ چکے ہیں۔ یا اصح الصحیح روایت موطا امام مالک اور طحاوی شریف کی اور حضرت عمر نے ابی اور تمیم داری کو گیارہ پڑھانے کا حکم دیا تھا رہا لوگوں کے عمل سے خلفاء ملزم نہیں ہو سکتے وہ بھی تو ایک ہی طرز پر نہیں کہ جس سے آپ کے اجماع کو مدد حاصل ہو سکے، مجھے کہنے دیجئے اور میں اپنے کہنے میں حق بجانب بھی ہوں کہ ہمارے فقہاء احناف نے ان دعاوی میں کچھ صحیح نظروں سے کام نہیں لیا بلکہ محض اپنے مزعومہ خام خیالی سے ہی کام لیا ہے ورنہ ہمیں خلفاء راشدین سے ایک ہی نقل ایسی ثبوت کو پہونچا دیں کہ بذات خود فلاں خلیفہ راشد نے اسقدر تراویح پڑھی تھی یا پڑھنے کا حکم صادر فرمایا تھا سنن بیہقی میں حضرت علی رضہ سے بیس کا ذکر ہے تو وہ اولاً صحیح نہیں حنفیہ کی کتابوں کے خلاف آپ کو اپنی کتابوں پر اعتماد کرنا چاہیئے نہ کہ غیر کی کتاب پر حضرت عمر رضہ کا حکم ارشاد طحاوی شریف سے الخ آپ کے مستند امام کی نقل موجود ہے اس کے مقابلے میں اپنی کسی مستند کتاب سے بالسند دوسری روایت ہمیں بھی بتا دو

ہم آپ کا شکریہ ادا کریں گے خدارا لکھی یہ لکھی تو نہ مارتے پھریں نفس تراویح اور تراویح پر مواظبت کا مسئلہ ہی اور ہے اور شمارہ رکعات کا مسئلہ اور ہے نفس تراویح کے مسنون ہونیکا البتہ کسی صحابی سے انکار ثابت نہیں خواہ اول رات ہو یا اخیر رات جماعت سے ہو یا علحدہ یہ اپنی جگہ مسلم سۓ رہا تعداد و کمیت اس پر اجماع کا نقل کرنا گوزشتر سے کم نہیں کم و بیش ہر زمانہ میں ہوئی ہے البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیش، آپ کے زمانے میں کسی فرد کا گیارہ سے زیادہ پڑھنا ثابت نہیں یہ ہمارا دعوی ہے اگر حنفی دوست میں ہمت ہے تو آپ کے زمانے میں گیارہ سے زیادہ پڑھنا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حین حیات تک سند میں ثابت ہو تو ہمیں بھی بتادیں ہم ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کریں گے بمشکل کہیں ایک روایت ابن عباس رض کی مل گئی تھی مگر ہمیں بھی لب کشائی کی ضرورت نہیں واقع ہوئی خود حنفیہ ہی نے ہماری طرف سے جواب دہی کرکے ہمیں سبک دوش کر دیا جزاہم اللہ خیر الجزا۔ اب اگر آپ صاحبوں کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو بسم اللہ لائیے خداوند آپ لوگوں کا بھلا کرے ہمیں حق سے عداوت نہیں ہمارا تو وصول ہی یہی ہے کہ "در مع الحق حیثما دار" ہمارے مولینا حمزہ نقشبندی صـ۱۶ میں یہ جو فرماتے ہیں، کہ ائمہ اربعہ میں اگرچہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں باہمی اختلافات موجود ہیں، پر بحمد اللہ تراویح میں اختلاف نہیں محض بے علمی و بے خبری کا ثمرہ ہے آپ کے مولانا عبد الحق محدث دہلوی سے ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ انھوں نے امام مالک و شافعی رح سے ۳۶ رکعتوں کا بلکہ آپ کے فتاوی قاضیخان سے بھی ہم لکھ آئے ہیں کہ وہ ۳۶ فرماتے ہیں آپکی حلبی کبیر کے صـ۲۸۹ میں ہے "عند مالك ست و ثلثون ركعة" امام مالک کے نزدیک چھتیس ۳۶ رکعتیں تراویح ہیں برابر نہیں کیا دیکھنے کی آنکھوں میں خاک جھونکنا نہیں ہے اپنے صـ۱۶ ہی میں پبلک کو امام شافعی کے مقولہ میں صریح دھوکہ دیا ہے آپ نے زعفرانی سے شافعی کا مقولہ ان لفظوں میں نقل کیا ہے کہ، "انھوں نے فرمایا اہل مدینہ اور اہل مکہ کو بیس ہی رکعت تراویح پڑھتے دیکھا حالانکہ اصل مواہب کے صـ۲۶۳ ج۲ میں امام شافعی کے الفاظ بروایت زعفرانی اسطرح ہیں "رأيت الناس يقومون بالمدينة بتسع و ثلثين و بمكة بثلاث و عشرين" یعنی میں نے لوگوں کو مدینہ شریف میں ۳۹ رکعت تراویح پڑھتے

ہوئے دیکھا اور مکہ والوں کو ۳۶ رکعت پڑھتے ہوئے،، یہ ہے آپ کی دھوکہ دہی اور دیکھنے کی آنکھوں میں خاک جھونکنا اور یہ ہے آپ کی ایمانداری اور سن لیجئے آپ ائمہ اربعہ سب کے سب یہ ٹھوپ رہے ہیں کہ وہ سب بیس رکعتیں تسلیم کرتے ہیں آپ کے الفاظ ص ۱۹ میں یہ ہیں۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے علاوہ بھی ائمہ ثلثہ یعنی مالکی شافعی حنبلی نماز تراویح بیس رکعتیں تسلیم کرتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ ائمہ ثلاثہ مالکی حنبلی شافعی تھے یا مالک امام شافعی یا امام احمد بن حنبل ہیں اس قسم کی جہالت تو اس آپ کے رسالے میں بے حساب ہے جن سے ہم نے اغماض کیا بلکہ نفس مطلب ہی کو ملحوظ رکھا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں قال احمد روی فی ھذا الوان ولم یقض فیہ بشیئ یعنی امام احمد فرماتے ہیں تراویح کے متعلق مختلف روایتیں آئی ہیں کسی ایک پر فیصلہ آپ نے نہیں فرمایا بیس کا انھوں نے کہاں حکم دیا علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں قیل احدی عشر رکعۃ وھو اختیار مالک لنفسہ واختارہ ابوبکر ابن العربی یعنی تراویح میں اختلاف ہے ایک طریقہ گیارہ کا بھی ہے امام مالک نے گیارہ ہی کو اپنے لئے منتخب اور پسند کیا آپ کے حافظ سیوطی اپنی کتاب مصابیح میں لکھتے ہیں ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں الذی جمع علیہ الناس عمر بن الخطاب احب الی وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیل لہ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر قال نعم وثلث عشرۃ رکعۃ قریب قال ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر یعنی وہ رکعتیں کہ جن پر لوگوں کو حضرت عمرؓ نے اکٹھا کیا تھا میرے نزدیک زیادہ پیارا ہے اور وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی نماز تھی کہنے والے نے تعجبًا دریافت کیا کہ کیا وہ وتر سمیت ہی گیارہ تھیں کہا جی ہاں میں نہیں کہہ سکتا اس قدر رکوع کہاں سے ایجاد کر لئے ہیں یہ امام مالک ہیں امام شافعی فرماتے ہیں آپ کی مستند کتاب مواہب اللدنیہ ص ۲۶۲ ج ۲ آپکا ہی حوالہ زعفرانی امام شافعی سے اوپر کی روایت وبمکۃ بثلاث وعشرین فرماتے ہیں ولیس فی شیئ من ذلک ضیق وعنہ قال ان اطالوا القیام واقلوا السجود فحسن وان اکثروا السجود واخفوا القراءۃ فحسن والاول احب الی فرماتے ہیں تراویح کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں اگر قیام

دراز کریں اور سجدے کم کریں یہ بھی اچھا ہے اور اگر سجدے زیادہ کریں اور قرأۃ میں تخفیف
کریں تو یہ بھی اچھا ہے مگر میرے نزدیک پہلی بات کم رکعتیں اور لمبی قراۃ یہی زیادہ پیاری ہے
ترمذی میں ہے کہ امام شافعی رح حافظ قرآن کے لئے اکیلے پڑھنے کو اختیار کرتے تھے یہ ہیں
امام شافعی اور آپ کے امام مالک اور احمد بن حنبل جن کے لئے آپ فرماتے ہیں ص۱۹
میں کہ بیس ۲۰ رکعتیں تسلیم کرتے ہیں۔ فرمائیے آپ کے اصطلاح میں کیا تسلیم اسی کو
کہا کرتے ہیں اگر آپ یہ فرمائیں کہ لوگوں نے ان سے ہمنے جسطرح کہا ہے نقل کیا ہے تو پھر
یوں کہیئے کہ ان لوگوں کی باتوں میں اختلاف نقل ہے تو پھر دونوں کا احتمال آپ کو ان
کے کلام میں تسلیم کرنا پڑے گا پھر تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جہاں
احتمال نے قدم رکھا دلیل باطل ہو جاتی ہے اس سے استدلال ہی صحیح نہیں ہو سکتا
اب اسطرف آئیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مسلک کیا ہے پھر آپ مسلک
صحیح کو لیں کہ جس مسلک کی صحت پر موافق اور مخالف سبکی تصدیق ہو۔ وہ مع وتر
گیارہ ہی رکعتیں ہیں ائمہ اربعہ نے صاف اور صریح ارشاد فرمایا ہے کہ اترکوا
قولنا بخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہماری باتوں کو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے فرمان کے سامنے چھوڑ دینا فتاوی شامی کے مقدمے میں موجود ہے کہ اماموں
نے یہ نہیں کہا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہوتے ہوئے بھی ہماری باتوں کو
نہ چھوڑنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو چھوڑ دینا حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز
اپنے فتاوی ص۱۶۷ ج۱ میں فرماتے ہیں۔ چنانچہ از ائمہ اربعہ بصراحت وتاکید ثابت
شدہ است کہ ہر کہ حدیث صحیح را بر خلاف قول ما دریابد عمل بحدیث بکند کہ فی الحقیقت
مذھب ما ہمیں است وچگونہ چنیں نہ باشد کہ در توہم خلاف آں نسبت سلب
ایمان از اکابر لازم می آید گویا دعوی رسالت مقتدائے خود میکنند ودانستہ مقتدا
را مجوز مخالف امر رسول ص می پندارد نعوذ باللہ من ذلک ائمہ اربعہ سے بالصراحت
اور تاکید کے ساتھ ثابت ہے کہ جو بھی حدیث ہمارے مذہب کے خلاف ملے تو
حدیث پر ہی عمل کرنا فی الحقیقت ہمارا یہی مذہب ہے یہ مذہب ان کا کیونکر
نہ ہو اس لئے کہ اس کے خلاف میں اپنے بزرگوں کے ایمان جاتے رہنے کی نسبت
لازم آتی ہے بلکہ گویا وہ اپنے مقتدا کے لئے رسالت کا دعوی کرتا ہے اور جان بوجھ

کران کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرنے کے جواز کے قائلین میں خیال کرتا ہے خدا پناہ دے اس سے نیز آپ پہلے دیکھ چکے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ قول نبی مخلوق پر حجت ہے آپ کے سوا کسی کی بھی بات مخلوق پر حجت نہیں التقریر والتحبیر میں امیر ابن الحاج شارح منیہ ابن الہمام کے شاگرد رشید صـ ۳۵۲ جـ ۳ میں لکھتے ہیں

اذا رأى للقول المخالف لمذهب امامه دليلا صحيحا من الحديث ولم يجد في مذهب امامه جوابا قويا عنه ولا معارضا راجحا عليه اذ المكلف مامور باتباع النبي صلى الله عليه وسلم فيما شرعه یعنی جب کوئی اپنے امام کے مذہب کے خلاف دلیل اور قول صحیح حدیث سے دیکھ لے اور اپنے امام کے مذہب میں کوئی قوی جواب اور اس کا معارض نہ پاوے تو اسے قبول ہی کر لینا چاہیئے اس لئے کہ انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا مکلف ہے امور شرعیہ میں۔ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ صـ ۱۳۴ جلد ۲ میں فرماتے ہیں۔ من كان مقلد الواحد من الائمة وبلغه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يخالف في مسئلة وغلب على ظنه ان ذلك نقل صحيح فليس له عذر في ان يترك حديثه عليه السلام الى قول غيره وما ذلك من شان المسلمين وتخشى عليه النفاق ان فعل ذلك یعنی کوئی آدمی کسی ایک امام کا مقلد ہو اور پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس کے مذہب کے خلاف پہونچے اور اس کی صحت کا بھی اسے ظن غالب ہو تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث دوسرے کے قول کیوجہ سے چھوڑنے پر کوئی بہانہ درست نہیں یہ مسلمانوں کی شان سے نہیں اور اگر کوئی کریگا تو اس پر نفاق کا خوف ہے مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ قدیم مصر صـ ۱۲۵ جـ ۱ میں فرماتے ہیں فان بلغنا حديث من الرسول المعصوم الذي فرض الله علينا اطاعته بسند صالح يدل على خلاف مذهبه وتركنا حديثه واتبعنا ذلك التخمين فمن اظلم منا وما عذرنا يوم يقوم الناس لرب العلمين یعنی اگر ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کہ معصوم ہیں اور جن کی اطاعت ہم پر خدا نے فرض کی ہے ان کی کوئی ایسی حدیث کہ جس کی سند اچھی ہو ملجاوے اپنے مذہب کے

خلاف اور پھر ہم اسے چھوڑ کر مذہب ہی کو پکڑ رکھیں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا خدا کے روبرو جب کھڑے ہونگے تو کیا بہانہ ہوگا حضرت مولانا موصوف تفہیمات الٰہیہ صلاا ج میں فرماتے ہیں اشھد باللہ انہ کفر باللہ ان یعتقد فی رجل من الامۃ ممن یخطی و یصیب ان اللہ کتب علی اتباعہ حتماً ان الواجب علی ھو الذی یوجبہ ھذا الرجل ہیں خداوند کریم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ایک امتی شخص کہ جس کی شان خطا اور صواب دونوں ہی ہے اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ خداوند کریم نے مجھ پر اس کی تابعداری لازمی طور پر متعین کر دی اور جو کچھ یہ میرے لئے یہ واجب کردے اسی کو میں واجب قرار دونگا یہ کفر باللہ ہے۔ پھر فرماتے ہیں فلو ان حدیثا صح و شھد بصحتہ المحدثون و عمل بہ طوائف فظھر فیہ الامر ثم لم یعمل بہ ھولاء ن مطبوعہ لم یقل بہ فھذا ھو الضلال البعید یعنی اگر کوئی حدیث صحیح طور سے ثابت ہو جائے اور محدثین نے اس کی صحت پر گواہی دی ہو پھر اس پر صرف اسوجہ سے عمل نہیں کرتا کہ ہمارے امام نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہیں کہا یہی تو زبردست گمراہی ہے، مولنا حمزہ بنارسی آپ اپنے ارشاد گرامی صلا "اس لئے ہمیں تو امام اعظم کی تقلید کرنی چاہیئے اور ص۱۵ کے تنبیہ ہم احناف تو علماء کرام کے دامن کو چھوڑیں گے نہیں" کو مکرر غور سے ملاحظہ فرمائیں اور گریبان میں منہ ڈال کر فرمائیے کہ یہ کہاں تک صحیح ہے مجھے کہنے دیجئے کہ آپ تو یہ فرماتے ہیں کہ ہم احناف تو علمائے کرام کے دامن کو چھوڑیں گے نہیں کیا وہ لوگ کہ جنھوں نے بیس سے زائد ۳۹ - الخ وغیرہ کہا ہے کیا وہ علماء نہیں ان کا دامن آخر کیوں آپ نے ترک کیا بیس سے زائد کیوں نہیں پڑھتے بیس ہی پر کیوں اڑ گئے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے یہاں ہاتھی کے دانت دو طرح کے ہوتے ہیں ایک کھانے کے دوسرا دکھانے کے اسطرف بے شمار علماؤں کا خلاف کیا جاتا ہے تو دوسری طرف حضرت عمرؓ اور حضرت علی کے حکم اور عمل کا بھی خلاف ادھر عمر بن عبد العزیز خلیفہ مسلم الثبوت کے ارشاد گرامی اور حکم کے بھی خلاف ہو رہا ہے اور اس طرف تو دعوی یہ ہے کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین مگر عمل سے اسکی تکذیب بھی ہو رہی ہے اس کا نام ہے سنت صحابہ و

خلفاء راشدین و علماء کے ارشادوں پر عمل کے دعوے۔ اصل بات صرف اسی قدر ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور کچھ نہیں باقی لاف گزاف ہی ہے کچھ نہیں ہاتھ آیا تو آخر تراویح کے لفظ ہی کو چمیٹ پڑے، پھر دیکھو ص۹ ہم احناف کے یہاں قیام رمضان (تراویح) میں پانچ ترویحے ہوتے ہیں اس لئے ہم اسے تراویح کہتے ہیں اور اگر آٹھ ہوتی تو تراویح نہ کہتے بلکہ ترویحتان کہتے میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ امام مالک نے بقول علیتی حنفی اپنے لئے گیارہ کو پسند کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شب میں صرف گیارہ ہی وتر سمیت پڑھائی تھیں باقرار حنفیہ دیکھو فتح القدیر و مراقی الفلاح وغیرہ وہ وتر تھی یا تہجد اگر تہجد تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح صحیح سند سے باجماعت بتائیے اور آپ کے حنفیوں نے کیوں غلط پروپگنڈا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے صرف گیارہ ہی پڑھی تھیں اور حموی وغیرہ آپ کی آٹھ تراویح کیوں لکھتے ہیں کیا یہ سب ڈھول ہی کے بیگن ہیں یا کچھ بھنگ وغیرہ کے نشے میں مست آپ کو نظر آتے تھے اور کیا انھیں آپ کے برابر بھی علم نہ تھا یا وہ تراویح کے لفظ ہی کو سمجھے نہ تھے دو باتوں میں سے ایک بات کا تو آپ کو اقرار کرنا ہی پڑے گا آپ جاہل یا وہ جاہل کسی سے بھی انصاف کرالیجئے منہ زوری کی ہی بات نہیں ہے، مولانا آپ کے فرمانے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ راحت لینا ہر چہار رکعتوں کے بعد لازم اور ضروری اور شرائط تراویح سے ہے ہمیں تو فقہا کے کلاموں سے اس کا صرف استحباب ہی ملتا ہے آپ کی وہ ہستی: کہ جو ہند میں حدیث آنے کی سبب ہوئی تھی وہ اپنی کتاب ماثبت بالسنہ ص۸۹ میں لکھتے ہیں۔ لو ترك الاستراحة بين كل ترويحتين فقيل لا باس به یعنی اگر ہر دو ترویحہ میں راحت لینے کو ترک کر دیا جاوے تو کہتے ہیں کوئی حرج نہیں الجوهرة النيرة میں ہے و ذالك مستحب یہ مستحب ہے سنئے کبیری ص۳۸۷ میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر تراویح کوئی پوری ایک ہی سلام سے پڑھے مگر ہر دو رکعتوں پر بقدر تشہد بیٹھے تو اس کی تراویح درست ہیں تراویح

شمار ہو جاویگی سب کا یہی مذہب ہے اور وہی الصحیح من مذہب ابی حنیفۃ یعنی یہی امام ابو حنیفہ کا صحیح مذہب بھی۔ یہی ہے مولانا کی فقہ دانی اور مذہب حنفیہ کی رہبری سے

گر یہی بے خبری حضرت والا ہوگی   تار پود پدری تہ و بالا ہوگی

جان بوجھ کر سیدھی راہ اور راہ انصاف کو چھوڑ کر اپنا طریقہ اپنی روش رکھیں اور پھر اللہ میاں سے مناجات کریں صد۲ میں کہ،، اے اللہ تو ہم احناف کو سیدھی راہ پر چلا۔ مثل ہے پانچ میں بیٹھا نہیں مسجد میں بیٹھا گھسا، نہیں عقل آئیگی تو کہاں سے آئیگی۔ مولانا حمزہ صاحب بنارسی سیدھی راہ آخر ہے وہ کیا چیز، میں اپنے مضمون کو حضرت حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ختم کرتا ہوں وہ اپنی کتاب تفہیمات الہیہ کے صد۲۰۲ ج میں تحریر فرماتے ہیں المیزان فی معرفۃ الخیر و الشر الکتاب علی تاویلہ الصریح و معروف السنۃ لا اجتھاد العلماء ولا اقوال الصوفیہ خیر اور شر کے پہچان کا معیار یہ ہے کہ کتاب اللہ کو اس کے صریح ظاہر معنی پر اور احادیث نبویہ جو معروف عند المحدثین ہی کو اپنا معمول بنانا چاہیئے۔ علماء کے اجتہادات اور صوفیہ کے اقوالات کو اپنا آئین بنانا یہ معیار نہیں شاہ صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں یہ وصیت فرمائی ہے کہ خداوند کریم سے اگر نزدیکی حاصل کرنی ہے تو ایسے علماء سے دور رہنا کہ جنھوں نے تقلید کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے ورنہ قرب الٰہی حاصل نہ ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی مکتوب ع۲۲ صد۲۹ ج۲ میں فرماتے ہیں۔ اتباع سنت البتہ منجی است و مثمر خیر و برکات و در تقلید غیر سنت خطر در خطر است۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہی حقیقت میں نجات دینے والی ہے اور باعث خیر و برکت، سنت نبویہ کے علاوہ میں تو خطرہ ہی خطرہ ہے نجات کی امید نہیں مقامات مظہریہ مکتوب عد۱۶ صد۱۰۲ میں ہے ظاہر است کہ بر افراد امت اتباع پیغمبر واجب است و اتباع ہیچ یکے از ائمہ واجب نیست ظاہر ہے کہ افراد امت

پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پیروی واجب ہے کسی ایک بھی امام کی پیروی واجب نہیں ۞ صدق اللہ وصدق رسولہ النبی الکریم و انا علی ذلک من الشاھدین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ و سلم اجمعین ۔

راقم آثم ناچیز ابو عبادہ الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی کان اللہ لہٗ
مورخہ ۱۵ ار ستمبر ۱۹۵۳ء

تبلیغ

تبلیغ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اس کفر و الحاد، شرک و بدعت، فسق و فجور کے زمانے میں اس فریضہ کی ادائیگی اشد ضروری ہے۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اُسی کے فضل و کرم سے **جمعیۃ تبلیغ اہلحدیث ہند رجسٹرڈ دہلی** نے دین اسلام، قرآن و حدیث، خالص توحید و سنت کی صحیح تبلیغ کے لئے اپنا قدم بڑھایا ہے۔

"یہ **جمعیۃ** دینی معلومات و احکام کے متعلق کتابیں رسالے شائع کر کے وقتی مسائل کے پیش نظر ٹریکٹ و اشتہارات مفت تقسیم کر کے اور حسب موقعہ اجتماعات و اجلاس منعقد کر کے تبلیغ دین کیا کرتی ہے۔

تمام مسلمانوں کو اس **جمعیۃ** کے ممبر ہونیکی دعوت دیجاتی ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قدر ممبروں کی تعداد زیادہ ہوگی اُسی قدر دینی تبلیغ کا کام وسیع ہوگا۔ ماہانہ عطیہ ہر ممبر کیلئے کم از کم چار آنے مقرر ہے اور ۔۔۔۔ ممبران جمعیۃ ایکسال کا اکٹھا چندہ بھی روانہ کر سکتے ہیں۔ آپ بھی اسکی ممبری قبول فرمایئے اور اپنے قیمتی مشوروں اور حسب استطاعت مالی امداد کر کے **جمعیۃ** کے ساتھ تعاون کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے گا۔"

ادارۂ جمعیۃ تبلیغ اہلحدیث ہند رجسٹرڈ صدر بازار دہلی

(محبوب المطابع برقی پریس دہلی)





